

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰؤُا (فاطر ۲۸)

علم اور تقویٰ

تالیف: ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

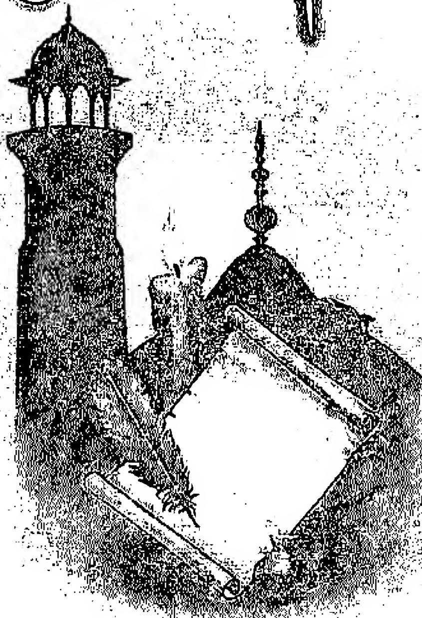


تحقیق وتخریج: حافظ حامد محمود الخضری اضافہ جات: قاری عبدالحفیظ ثاقب

انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر ۲۸)

علم اور تقویٰ

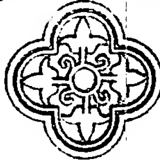


تالیف: ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی — تحقیق وتخریج: حافظ حامد محمود الخضری

اضافہ جات: قاری عبدالحفیظ ثاقب

انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17۔ اردو بازار لاہور 7357587



نام کتاب: **علم اور تقویٰ**

تالیف: ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی — تحقیق وتخریج: حافظ حامد محمود الخضری

اضافہ جات: قاری عبد الحفیظ ثاقب

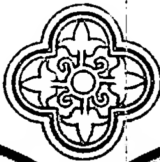
اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر: ابو مومن منصور احمد

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com



فہرست مضامین

باب نمبر:۳

عالم اور جاہل کا فرق

باب نمبر:۴

علم اور دعا

باب نمبر:۵

علم کی اہمیت

باب نمبر:٦

اہل علم اور بلندئ درجات

باب نمبر:۷

علم اور حکمت

باب نمبر:۸

علماء اور توحید

باب نمبر:۹

علم اور اہل علم

باب نمبر:۱۰

علم، علماء اور نصیحت

باب نمبر:۱۱

علم اور رحمت الٰہی

باب نمبر:۱۲

علم اور ایمان

باب نمبر:۱۳

بیانِ حق اور کتمانِ علم

باب نمبر:۱۴

لاعلمی اور گمراہی

باب نمبر:۱۵

علم اور یقین

باب نمبر:۱۶

اہل علم اور سرکشی

باب نمبر:۱۷

علم اور شکر

باب نمبر:۱۸

علم اور اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی

باب نمبر:۱۹

علم اور یومِ آخرت

باب نمبر:۲۰

علم اور دعوت الی اللہ

باب نمبر:۲۱

علم اور دین کی سمجھ بوجھ

باب نمبر:۲۲

علم اُٹھ جانے پر فتنوں کا ظاہر ہونا

باب نمبر:۲۳

علم اور تدوین علم

باب نمبر:۲۴

علم اور جنت کا راستہ

باب نمبر:۲۵

علم بہترین صدقۂ جاریہ ہے

باب نمبر:۲۶

علم اور تزکیۂ نفس

دوسرا حصہ

باب نمبر:۱

تقویٰ کی اہمیت

باب نمبر:۲

تقویٰ اور عقائد

باب نمبر:۳

تقویٰ اور عبادات

باب نمبر:۴

صبر اور تقویٰ

باب نمبر:۵

تقویٰ اور ہدایت

باب نمبر:۶

تقویٰ اور قربانی

باب نمبر:۷

تقویٰ کے فوائد وثمرات

باب نمبر: ۸

اَسبابِ تقویٰ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلاۃ والسلام علی سیّد الأنبیآء والمرسلین وبعد!

زیر نظر کتاب موسوم ''علم اور تقویٰ'' ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز کے مدیر اعلیٰ ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ کی تالیف لطیف ہے۔ جزاہ اللّٰہ خیر أعنی وعن جمیع المسلمین.

کتاب ہذا میں بیان کردہ مواد، کتاب کے عنوان سے واضح ہے۔ علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسولِ مکرم، معلم انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ ﴾

(العلق: ۱۔۵)

'' اے پیغمبر! آپ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا ہے۔ اس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھیے اور آپ کا رب بے پایاں کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، اس نے آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

اسی تعلیم و تعلم سے منسلک ہے۔ اسی لیے تمام اَدیان و مذاہب کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی دین نے تعلیم و تعلم کا وہ اہتمام نہیں کیا جو دین اسلام، دین حنیف نے

کیا ہے۔

ذرا قرنِ اوّل کے حالات کی ورق گردانی کیجیے کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وحی کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کس اہتمام سے پڑھایا۔

ان عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کس نے نہیں سنا؟ جن کو تاریخ ''اصحابِ صفہ'' کے نام سے یاد کرتی ہے، یہ غریب الدیار اتنے مفلس کہ اکثر فقر و فاقہ کا شکار رہتے، دیکھنے والوں نے دیکھا، اور لکھنے والوں نے لکھا کہ اگر وہ کسی مجلس میں بیٹھتے تو کپڑوں کو سمیٹ کر بیٹھتے کہ کہیں بے پردگی نہ ہو جائے، اتنی غربت کہ پورا جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا بھی میسر نہ ہوتا، حتی کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ الأنصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَىٰ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ .)) [1]

''کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جس کے پاس عہد رسالت میں دو کپڑے ہوں۔''

ستر (۷۰) کے قریب یہ جانثار، کیا مال کمانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے؟ یا کاروبار نہیں کر سکتے تھے؟ کیا لین دین کی اہلیت سے عاری تھے؟ کیا کھیتی باڑی کرنے سے نابلد تھے؟ نہیں نہیں! بلکہ انھوں نے تمام صلاحیتیں ہونے کے باوجود اپنی توانائیاں نبی اکرم ﷺ کے فرامین حفظ کرنے میں صرف کیں، اور اپنا تن من دھن سب کچھ اسی راہ میں لگا دیا، انہی میں سے فقیہ اُمت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں: ''لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (غزوۂ خیبر کے موقع پر ۶ ہجری میں مسلمان ہوئے صرف چار سال کی صحبت پا کر طویل الملازمہ صحابہ سے بھی) بہت زیادہ روایات بیان کرتے ہیں؟ (کیا ان کو یہ علم نہیں) کہ انصار کھیتی باڑی میں مصروف رہتے ہیں، مہاجرین اپنی دکانداری میں مشغول رہتے اور میں ((بِشِبَعِ بَطْنِ .)) ...... ''پیٹ بھرنے کے لیے'' کھانا

[1] صحيح بخاري، كتاب الصلاة، رقم: ٣٥٢.

ملا یا نہ ملا (قوتِ لا یموت، نصیب ہوئی یا نہ ہوئی) ہمیشہ رسولِ مکرم ﷺ کی رفاقت میں رہتا، اور ان مجلسوں میں حاضر ہوتا جن مجلسوں میں دوسرے (صحابہ کرام) حاضر نہیں ہوتے تھے۔ آپ کے دروازے پر کھڑا رہتا کہ آپ ﷺ کب گھر سے باہر تشریف لائیں کہ آپ کے فرمودات سن کر یاد کروں۔'' ❶

بعض دفعہ میں بھوک سے نڈھال ہو کر مدینہ کی گلیوں میں گر پڑتا۔ اسی طرح سارے ''اصحاب صفہ'' نے حصولِ علم کا اہتمام کیا، یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقام عطا فرمایا کہ لوگ تعجب کیا کرتے۔ سچ فرمایا اللہ ربّ العزت نے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (العنکبوت: ٦٩)

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے رستہ میں جہاد (بالعلم) کیا، ہم انھیں اپنے رستہ کی ہدایت دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

انہی ''اصحاب صفہ'' میں سے سیّدنا ابو فراس ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، خادم رسول ﷺ بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں رات رسول اللہ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا کرتا اور راتوں کو بیدار رہتا، کہیں آپ کو کوئی کام نہ پڑ جائے، آپ کا انتظار کرتا رہتا۔ ایک دفعہ رسولِ اکرم ﷺ اُٹھے، وضو کیا اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ((سَلْ)) یعنی مجھ سے آج کے دن جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔ سیّدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ انتہائی غریب آدمی تھے، وہ جانتے تھے کہ آج جو مانگوں گا مل جائے گا۔ زمین کا سوال کرتے مل جاتی۔

یاد رہے کہ وہ زمینیں جو رسول ہاشمی ﷺ نے لوگوں کو الاٹ کی تھیں، اتنی زیادہ تھیں کہ ساری زندگی لوگ آباد کرتے رہے لیکن وہ آباد نہ ہو سکیں، جاگیر طلب کرتے عطا ہو جاتی، اونٹ مانگتے عنایت ہو جاتے، لیکن انھیں علم تھا کہ اس مال و دولت کی اللہ کے ہاں قدر و قیمت کیا ہے، لہٰذا موقعہ غنیمت جان کر...... فرمایا:

((أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ .))

''کہ میں تو جنت میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں۔''

اللہ کے نبی ﷺ نے تعجب سے سیّدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ کی طرف نظر اُٹھائی اور ان سے فرمایا:

((أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ؟)) ''اس کے علاوہ کچھ اور نہیں مانگتا؟''

سیّدنا ابو فراس رضی اللہ عنہ نے کہا: ((هُوَ ذَاكَ .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میری پہلی اور آخری خواہش یہی ہے اور کسی چیز کی طلب ہی نہیں ہے۔''

غریب ترین ہوتے ہوئے بھی اگر کچھ مانگا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی جنت میں معیت مانگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو فراس! اگر جنت میں میرا ساتھ چاہتے ہو تو ایک کام کرنا ہوگا۔

((فَأَعِنِّي عَلَىٰ نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ .)) [1]

''زیادہ سے زیادہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنے آپ کو اس قابل بنا کہ مجھ محمد ﷺ کی تمھیں جنت میں بھی رفاقت مل جائے۔''

لوگ آپ کی رفاقت کے طلبگار ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ (الكهف: ۲۸)

''اے نبی! اپنے آپ کو ہمیشہ ان کے ساتھ رکھیے جو صبح و شام اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں۔ اُس کی رضا جوئی کے خواستگار رہتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس علم دین کو اس قدر درجہ عطا فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے وہ منزلت

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، رقم: ١٠٩٤.

''یقیناً اللہ کے مقربین فرشتے طالب علم کی رضا مندی کے لیے اپنے پر (ادب) سے رکھ دیتے ہیں، اس جہانِ فانی میں ہر چیز اس طالب علم کے لیے دعا گو رہتی ہے، حتیٰ کہ مچھلیاں پانی میں اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتی رہتی ہیں۔ اور ایک عالم کو کسی عبادت گذار پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے، جس طرح چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر برتری ہوتی ہے۔''

اور مزید برآں طلباء واساتذہ کے لیے یہ خوشخبری آپ ﷺ نے دی:

((وَإِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَآءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، وَرَّثُوْا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وافِرٍ .)) [1]

''کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء دینار و درہم کی وراثت نہیں چھوڑ کر گئے، بلکہ علم کی وراثت دے کر گئے ہیں، سو جس نے وہ (علم) حاصل کیا اس نے بہت بڑی متاع حاصل کر لی۔''

لہٰذا ضمناً ہم یہ بات بھی کہہ دیتے ہیں کہ طلباء اور علماء کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، دیکھئے امام بخاری رحمہ اللہ سے حاکم بخاریٰ نے کہا کہ میرے مکان پر تشریف لا کر مجھے درسِ حدیث دیں اور یہ ادنیٰ مطالبہ تھا جو کہ ابن الوقت کے لیے نہایت آسان، بلکہ باعث فخر تھا کہ آج ہر شخص چاہتا ہے کہ سلاطین و امراء کے ہاں آنے جانے کے لیے بہانہ مل جائے، یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا پر دین کو قربان کر دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ دین کی خاطر دنیا کو لات مار چکے ہیں، ان کے لیے ایسا مطالبہ صرف غلط ہی نہیں، بلکہ ان کی غیرت پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ امام موصوف نے صاف صاف کہہ دیا:

((أَنَا لَا اُذِلُّ الْعِلْمَ إِلٰى أَبْوَابِ النَّاسِ .)) [2]

---

[1] علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۱.

[2] تاریخ بغداد: ۲/ ۳۳.

دی، سیّدنا کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((كُنْتَ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ ، إِنِّيْ جِئْتُكَ مَنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ ﷺ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِي مُحَدِّثُهُ أَنَّكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ . قَالَ: فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ .))

''میں سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک آنے والا آیا، اور کہنے لگا، اے ابو درداء! میں مدینۃ الرسول ﷺ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، کسی فائدے کے حصول کے لیے نہیں، بلکہ میرا مطمع نظر وہ حدیث حاصل کرنا ہے جو آپ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کرتے ہیں، تو اس وقت سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

''جو کوئی حصولِ علم کے لیے کسی راستہ میں چلتا ہے (دنیا والے اور وہ خود طالب علم بھی محسوس کرتا ہے کہ میں مدرسہ جارہا ہوں)، لیکن حقیقت میں وہ راستہ (مدرسہ نہیں) جنت کی طرف جارہا ہوتا ہے۔''

اور اسی حدیث میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا بِطَالِبِ الْعِلْمِ ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ، وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ .))

''میں علم نبوی ﷺ کو لوگوں کے دروازوں پر لے جا کر ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔''

یعنی یہ ایسی چیز نہیں جو تمہارے پاس لائی جا سکے۔ اگر تمھیں ضرورت یا سنت کی پیاس ہے، تو تم میرے مکان اور مسجد میں آ جاؤ۔

اسی طرح ایک دفعہ امیر نے امام صاحب سے کہا کہ میرے بچوں کو آ کر حدیث پڑھائیں، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے پھر وہی جواب دیا۔ امیر نے پھر کہا کہ میرے بچوں کے آنے کے لیے وقت مخصوص ہوگا، اس وقت کوئی دوسرا درس میں شریک نہ ہوگا۔ لیکن امام صاحب نے یہ بات بھی نہیں مانی اور کہا:

((لَا يَسَعُنِيْ اَنْ اَخُصَّ قَوْمًا بِالسِّمَاعِ دُوْنَ قَوْمٍ .))

''یعنی یہ میرا اختیار نہیں کہ دین شرعی کا سنانا کسی ایک گروہ کے لیے مخصوص کروں۔'' (تاریخ بغداد)

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے صحن میں مجلس لگی ہوئی تھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ جیسے امام دوزانو بیٹھے ہیں، ہارون الرشید نے امام مالک رحمہ اللہ کو بلوایا ہے، امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ علم کے پاس لوگ آتے ہیں، علم لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔

((اَلْمُلُوْكُ عَلَى بَابِ الْعُلَمَاءِ، لَا الْعُلَمَاءُ عَلٰى بَابِ الْمُلُوْكِ .))

ہارون الرشید خود حاضر ہوتا ہے۔ کسی نے کہا، خلیفۃ المسلمین آ رہے ہیں اگر تخلیہ فرمائیں تو بہتر ہے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی شخص کی منفعت کے لیے افادۂ عام کا خون نہیں کیا جا سکتا۔''

درحقیقت دینی علم عین اسلام ہے، کیونکہ جب تک آپ کو معرفت الٰہی نہیں، شریعت کا علم ہی نہیں، تو خود کو اور عوام الناس کو صراطِ مستقیم پر کس طرح چلایا جا سکتا ہے؟ یہی بات امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب بدء الوحی'' کے بعد ''کتاب العلم'' میں سمجھائی ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

((بَابٌ: اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ .))

''اس چیز کا بیان کہ اقرار وعمل سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔''

اور بطورِ دلیل قرآنی آیت ذکر کرتے ہیں:

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ﴾ (محمد: ۱۹)

''پس جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں۔''

بقی بن مخلد رحمہ اللہ بہت بڑے محدث ہیں۔ آپ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں قرطبہ (اندلس) سے امام أحمد رحمہ اللہ کی طرف حدیث سیکھنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ بغداد کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ فتنہ خلق قرآن کی پاداش میں امام صاحب اپنے گھر میں نظر بند ہیں۔ کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہیں۔ میں بڑا مغموم ہوا، بڑی مشکل سے آپ کے مکان تک پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر آپ باہر آئے، اسی وقت کسی جاسوس نے دیکھ لیا۔ جس کا آپ پر اثر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ میں بہت دور سے آپ کی خدمت میں حدیث پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری خدمت اور تمھیں پڑھانے سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں، مگر کیا کروں، کہ مجھ پر پابندی لگی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک تجویز ہے۔ اگر آپ میرا ساتھ دیں تو میں اپنے مطلب کو پاسکتا ہوں۔ فرمایا، بتاؤ! میں نے عرض کیا کہ بغداد میں نیا داخل ہوا ہوں، اور کوئی شہر کا باشندہ مجھے نہیں پہچانتا۔ میں روزانہ فقیرانہ بھیس میں آپ کے دروازے پر بھیک مانگنے کی صدا لگایا کروں گا، اور آپ مجھے خیرات دینے کے بہانے حدیث رسول اللہ ﷺ سنا دیا کرنا، آپ کی مہربانی ہوگی۔ آپ نے منظور فرمایا اور ساتھ شرط یہ لگائی کہ کسی کو خبر نہ دوں۔ چنانچہ میں روزانہ فقیرانہ بھیس میں سر پر پٹی باندھ کر ہاتھ میں لکڑی پکڑے بھکاری بن کر صدا لگاتا......

((اَلْأَجْرُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ))

''اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔''

وہاں بھیک مانگنے والے اسی طرح صدا لگاتے تھے۔ آپ آواز سن کر آتے، اور وہیں دروازے پر دو چار حدیثیں سنا دیتے، کئی دن اس طرح سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ آپ آزاد ہوئے، اور مجلس درس ہوئی اور میں وہاں حاضر رہتا تھا، اور آپ طلباء کے سامنے میرا حال بیان کرتے اور فرماتے تھے کہ حدیث کے طالب ایسے ہوتے ہیں۔ [1]

شیخ الکل سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کو گورنمنٹ کی طرف سے عہدے کی پیشکش ہوئی، لیکن آپ نے طلبائے حدیث کے ساتھ بوریا نشینی کو اس پر ترجیح دی۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ آج پاک و ہند کا کوئی بھی شخص اپنی سند کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے واسطہ کے بغیر نہیں پہنچا سکتا۔

پیارے قارئین! یہ علم آسائش و آرام سے حاصل نہیں ہوتا، بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں، یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا:

((لَا یُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ .)) [3]

"علم آرام سے حاصل نہیں ہوتا۔"

نضر بن شمیل حدیث کے حصول میں فاقہ کشی کے دلدادہ تھے اور فرماتے تھے:

((لَا یَجِدُ الرَّجُلُ لَذَّةَ الْعِلْمِ حَتَّی یَجُوْعَ وَیَنْسَی جُوْعَهُ .))

"کوئی بھی آدمی اس وقت تک علم کی لذت حاصل نہیں کر سکتا، جب تک وہ بھوکا نہ ہو اور پھر اس کو بھوک کا احساس تک نہ ہو۔"

حصولِ علم کے لیے اگر طالب علم اپنی ساری توانائیاں وقف کر دے تو پھر بھی یہ اس علم کا عشیر عشیر بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

---

[1] مختصر طبقات الحنابلة، ص: ۷۹۔۸۱، سیر أعلام النبلاء: ۱۳/ ۲۹۳.

[2] تاریخ اہل حدیث از علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

[3] صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۱۳۹۰.

((مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَحَرَ اللَّیَالِیَ .))

"بلندیاں راتوں کو جاگ کر محنت کرنے کے بعد ملتی ہیں۔"

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے شیخ آدم بن ابی ایاس رحمہ اللہ کے پاس جارہا تھا۔ زادِ راہ ختم ہوگیا، یہاں تک کہ کئی دن تک مجھے گھاس اور پتوں پر گزارا کرنا پڑا۔ تیسرے دن کوئی ناواقف شخص، مجھے دیناروں کی تھیلی دے گیا، کہ یہ اپنے مصرف میں لائیے۔ ❶

اور فرماتے تھے کہ مجھے اُمید ہے کہ روزِ قیامت مجھ سے غیبت کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ❷

اسی لیے آج ان کو یہ مقام و مرتبہ ملا ہے۔

یہ بلند مرتبہ ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اگر ان کی صحیح کے متعلق لکھی جانے والی کتب دیکھی جائیں تو ڈیڑھ سو (۱۵۰) سے زائد ہیں۔ جو صرف ان کی مخلص مساعی کا نتیجہ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کی یاد میں رو رو کر نابینا ہوگئے۔ ❸

امام مسلم رحمہ اللہ نے حصولِ علم حدیث کی خاطر کئی شہروں کے چکر کاٹے۔ ❹

آپ کی وفات کا یہی سبب تھا کہ رات بھر ایک حدیث کی تلاش میں جاگتے رہے، اور جب صبح ہوئی تو حدیث مل گئی، لیکن مرض الموت شروع ہوگیا۔ ❺

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ صاحب "فتح الباری" کی پوری تریسٹھ سالہ زندگی کو ان کی تصانیف پر

❶ طبقات للسبکی: ۲/ ۱۰۔ ۱۱۔ ❷ تاریخ بغداد: ۲/ ۱۳۔

❸ تهذیب التهذیب لابن حجر: ۹/ ۳۸۹.

❹ تهذیب الاسماء واللغات: ۲/ ۹۱.

❺ تهذیب لابن حجر: ۱۰/ ۱۲۷.

تقسیم کیا جائے تو فی یوم کے ساٹھ صفحات بنتے ہیں، اپنی شادی کے بعد بھی اپنے استاذِ مکرم حافظ عراقی رحمہ اللہ کے پاس دس (۱۰) سال تک علم حاصل کرتے رہے۔

امام بخاری جب وطن واپس لوٹتے ہیں تو آپ کا شایان شان استقبال کیا جاتا ہے۔ اور تین میل تک خیمے لگائے جاتے ہیں اور اوپر دنا نیر و دراہم نچھاور کیے جاتے ہیں۔ [1]

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد یوسف فریابی رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ ان کی مجلس میں لکھنے والوں کی تعداد دس ہزار ہوا کرتی، اور بعض محدثین نے لکھا ہے کہ جب وہ پڑھانے بیٹھتے تو تین تین سو کے قریب مستمل (آواز پہنچانے والے) ہوا کرتے، اور بعض نے تو ان کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی مجلس میں بعض دفعہ چالیس ہزار سے زیادہ قلم و دوات رکھ دیئے جاتے، اور لکھنے والے چالیس ہزار سے بھی بڑھ جاتے۔

قارئین کرام! ان محدثین رحمہم اللہ کے تقویٰ و پرہیز گاری کا اندازہ فرمایئے گا۔ امام نسائی رحمہ اللہ کا زہد و تقویٰ، احیاء اللیل اور عمل بالسنہ مشہور تھا۔ حکام و اُمراء سے ہمیشہ علیحدہ رہے۔ بالآخر "خارجیہ" سے لڑے اور ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ [2]

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے نہر پار کسی کی چھینک سنی تو سنت پر عمل کی خاطر کشتی والے کو ایک دینار کرایہ دے کر اس کے پاس گئے اور اس کو ((يَرْحَمُكَ اللّٰهُ)) کہا۔ [3]

امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ کی عبادت حیران کن تھی۔ کھڑے ہو جاتے تو گویا کہ لکڑی کا ستون ہے۔ [4]

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((أَنَا عَبْدٌ لِأَخْبَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .)) [5]

---

[1] مقدمه فتح الباری: ٤٩٤.
[2] طبقات السبكی: ٢/ ١٧.
[3] مقدمه معالم السنن.
[4] طبقات السبكی: ٢/ ٢٢.
[5] الفقيه والمتفقه.

"میں نبی مکرم ﷺ کی احادیث کا غلام ہوں۔"

اسی طرح جرح و تعدیل میں ان کی امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ حدیث نبوی کو بچانے کے لیے اور اس کی حفاظت کی خاطر انھوں نے اپنے کسی قریبی رشتے دار کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔ حتی کہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے اپنے والد عبداللہ تک کا ضعیف و نا قابل اعتبار راوی ہونا بتایا۔ [1]

امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کذاب تک کہہ دیا۔ [2]

الغرض ان اہل علم لوگوں کی ہر نقل و حرکت حدیث کی خدمت و حفاظت کے لیے وقف تھی۔ وہی جماعت ہر نیک کام میں نمایاں حیثیت رکھ سکتی ہے، جو علم کے ساتھ تقویٰ اور پرہیز گاری کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ محدثین کرام رحمہم اللہ نے کیا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے خشیت الٰہی علماء کا وظیفہ قرار دی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ (فاطر: ۲۸)

"بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔"

سعد بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ مدینہ کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

((اَتْقَاهُمْ رَبَّهُ .)) [3]

"اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا بڑا عالم ہے۔"

امام مجاہد رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

((إِنَّمَا الْفَقِيْهُ مَنْ يَّخَافُ اللّٰهَ .)) [4]

"فقیہ اور عالم وہ ہے جس کے دل میں خشیت الٰہی موجود ہو۔"

اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] كتاب الضعفاء للعقيلي.
[2] تذكرة الحفاظ للذهبي: ١/ ٢٠.
[3] سنن دارمي، مقدمة، رقم: ٢٩٥
[4] سنن دارمي، مقدمة، رقم: ٢٩٦

((لَيْسَ الْعِلْمُ عَنْ كَثْرَةِ الْحَدِيْثِ ، وَ لٰكِنَّ الْعِلْمُ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ .)) [1]

''علم بہت زیادہ احادیث یاد کرنے کا نام نہیں، بلکہ کثرتِ خشیت الٰہی کا نام ہے۔''

زیرِ مطالعہ کتاب ''علم اور تقویٰ'' بھی عوام الناس طلبہ علم اور علماء کو یہ درس دے رہے ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا التزام کریں۔ ((اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَّوْعَاتِنَا .))

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے، جن کی مساعی مشکورہ کی بدولت یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہورہی ہے۔ بالخصوص مؤلف ھذا الکتاب، ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ، مدیرِ اعلیٰ انصار السنہ پبلی کیشنز اور قاری عبدالحفیظ ثاقب حفظہ اللہ، حافظ حبیب الرحمٰن حنیف حفظہ اللہ کو جنھوں نے کتاب پر اضافہ جات کر کے کتاب میں حسن پیدا کیا اور پروف ریڈنگ کی ذمہ داری حافظ محمد الیاس دانش اور ندیم احمد نے سرانجام دی۔ جزاھم اللہ خیراً۔

اور جملہ عاملین و مساہمین، جناب محمد طارق جاوید، محمد شاہد انصاری، محمد اکرم سلفی، ابو طلحہ، انکل ابومؤمن منصور احمد اور محمد رمضان محمدی حفظہم اللہ کے لیے بھی دعا گو ہیں، اللہ رب العزت انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کی طباعت کی نیکی کو سب کے لیے ذخیرہ آخرت بنا دے۔

اللہ ربّ العزت سے دست بدعا ہیں کہ وہ ان مقاصد عظیمہ اور اہداف نبیلہ جوان کتب و رسائل مفیدہ کی طباعت میں کارفرما ہیں جلد از جلد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور توحید وسنت کی تعلیمات کو فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارا معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ

[1] جامع بیان العلم: ۲/۲۵

بن جائے کیونکہ توحید وسنت ہی دنیا وآخرت کی فلاح وصلاح کی بنیاد ہیں، باقی سب شیطانی وساوس ہیں۔

العلم ما قال اللّٰہ وقال رسولہ
وما سوی ذالك فھوا وسواس الشیاطین

اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے انتہائی قابل احترام بھائی ومخلص مرشد ورہنما فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی شفقتیں میرے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریروں کو حسن بخشتی رہتی ہیں۔ یہ مبارک عمل ان کے حکم اور ساتھ ساتھ ان کی ڈھیروں دعاؤں کی وجہ سے جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ ان کی جہود، محنتوں، کاوشوں اور کوششوں میں مزید اضافہ فرمائے اور شرف قبولیت بخشے۔ جس منہج پر ہم کام کر رہے ہیں درحقیقت یہ اللہ کی توفیق ہے اور اس کے بعد شیخ حفظہ اللہ کی رہنمائی۔ جزاھم اللہ خیراً.

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وسلم.

وکتبہ
حافظ حامد محمود الخضری
(رفیق) انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور



پہلا حصہ

اخلاصِ نیت

کسی بھی نیک عمل کی قبولیت کے لیے اخلاصِ نیت نہایت ضروری شرط ہے کہ وہ عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾ (البينة : ۵)

''اور انہیں اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، یکسو ہو کر اسی کے دین کو خالص رکھیں، نماز کو قائم کریں، اور زکوۃ ادا کرتے رہیں، یہی دین درست اور مضبوط ہے۔''

اسی بات کو اللہ رب العزت نے سورۃ ''المؤمن'' میں بایں الفاظ بیان کیا ہے:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

(المؤمن: ۱۴)

''پس تم اللہ کو اس کے لیے دین کو خالص کر کے پکارتے رہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ ربّ العزت ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ ﴾ (الكهف : ۱۱۰)

'' (اے پیغمبر!) اعلان کر دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ۔ ہاں! میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ تو جسے

بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو، ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے، اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔"

اخلاص نیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے، جس کے راوی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى .)) [1]

"میں نے نبی (رحمت) ﷺ سے یہ سنا کہ اعمال کا انحصار صرف اور صرف نیتوں پر ہے۔ ہر آدمی کے لیے صرف وہی کچھ ہے، جس کی اس نے نیت کی۔"

امام وکیع رحمہ اللہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بیان فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ شَيْءٍ اَخْوَفُ عِنْدِيْ مِنَ الْحَدِيْثِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْهُ لِمَنْ اَرَادَ بِهِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ .)) [2]

"یعنی (نیت خالص نہ ہونے کی صورت میں) میرے نزدیک علم حدیث سے زیادہ خوف ناک کوئی دوسری چیز نہیں ہے، لیکن جب اس میں اللہ کی رضا مقصود ہو تو اس سے بہتر چیز بھی کوئی نہیں ہے۔"

نیت خالص نہ ہونے کا انجام:

جس طرح قرآن و سنت میں اخلاص نیت کے ثواب و جزاء کا تذکرہ موجود ہے، اسی طرح نیت خالص نہ ہونے کے انجام و عقاب کا ذکر بھی موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح بخاري، کتاب بدء الوحی، رقم: ١، صحیح مسلم، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، رقم: ٤٩٢٧.

[2] جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البرّ: ١/٥٩ ـ دار الكتب العلمية، طبع اولیٰ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ١/٨٣، مكتب المعارف الرياض.

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾

(هود: ۱۵، ۱٦)

"جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتا ہے، ہم ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی پورا پورا دے دیتے ہیں، اور اس میں ان کے لیے کوئی کمی نہیں کی جاتی، ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں، اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا سب باطل ہے، اور ان کے تمام اعمال تباہ و برباد ہوئے۔"

اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی ہے، فرماتے ہیں، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ ، فَمَنْ عَمِلَ لِيْ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِيْ ، فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ ، وَهُوَ لِلَّذِيْ أَشْرَكَ .)) [1]

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمام شرکاء کے شرک سے بہت زیادہ بے زار ہوں، (لہٰذا) جس نے کسی عمل میں میرے سوا کسی اور کو شریک کیا، تو میں اس سے بری ہوں، وہ عمل اسی کے لیے ہوگا جس کو اس نے شریک کیا تھا۔"

اسی طرح سیّدنا ابو سعید بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن، جو ایسا دن ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں ہے،

[1] علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعة، ح: ٤٢٠٢، احکام الجنائز، ص: ٥٣.

اوّل و آخر تمام لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک منادی بآواز بلند کہے گا:

((مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلَّهِ ، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ ، فَإِنَّ اللهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ .)) [1]

''یعنی جو کوئی کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرتا تھا تو وہ اسی سے اپنے عمل کا ثواب طلب کرے، بے شک اللہ تعالیٰ شرکاء کے شرک سے بے زار ہے۔''

صحیح مسلم میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

((اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِيْ ، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ .)) [2]

''میں شرک کرنے والوں سے بہت زیادہ بے زار ہوں، جس نے میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا، میں اس کے شرکیہ عمل کو ردّ کر دیتا ہوں۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے (کسی عمل کو) شہرت چاہنے کے لیے کیا تو اللہ اس کی تشہیر کر دیں گے۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''جس نے ریا کاری کی تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب سب پر عیاں کر دے گا۔'' [3]

صحیح مسلم میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''قیامت کے دن جس آدمی کا سب سے پہلے حساب ہوگا، وہ ایک شہید ہوگا جس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تو اللہ ربّ العزت اس آدمی کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، جب وہ

[1] سنن ابن ماجه، باب الرياء والسمعة، ح: ۴۲۰۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء، رقم: ۷۴۷۵۔

[3] صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء، رقم: ۷۴۷۶، سنن ترمذی، باب ماجآء فی الرياء والسمعة، حديث: ۲۳۸۱.

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جان لے گا تو اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھے گا۔ بتا؟ تو نے میری نعمتوں کو کیسے استعمال کیا؟ وہ آدمی کہے گا:

((قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اُسْتُشْهِدْتُ .))

''میں نے تیری راہ میں قتال کیا، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔''

تو اللہ ربّ العزت فرمائے گا:

((كَذَبْتَ ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ .))

''کہ تو جھوٹ بول رہا ہے، تو تو صرف اس لیے (میدانِ جہاد میں) لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے، تو یہ بات تجھے (دنیا میں ہی) کہہ دی گئی۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس آدمی کو اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اس کے بعد اُس آدمی کو بارگاہ ربّ العالمین میں پیش کیا جائے گا، جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور قرآن کی تلاوت کی، اس کو بھی اللہ کی نعمتیں یاد دلائی جائیں گی۔ جب وہ اللہ کی نعمتوں کو جان جائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ان کو کہاں استعمال کیا؟ تو جواب میں وہ آدمی کہے گا کہ میں نے علم سیکھا، دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن کی تلاوت کرتا رہا، تو اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

((كَذَبْتَ ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِیءٌ فَقَدْ قِيْلَ .))

''کہ تو جھوٹ بول رہا ہے، بلکہ علم حاصل کر کے اور قرآن کی تلاوت کرتے وقت تیری نیت یہ تھی کہ تجھے عالم اور قاری کہا جائے، تو یہ تجھے دنیا میں ہی کہہ دیا گیا۔''

اللہ کے حکم پر اس کو بھی جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیا جائے گا، اس کے بعد ایک سخی

آدمی کو لایا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی یہی معاملہ کرے گا، اور پوچھے گا کہ تو نے میری نعمتوں کو کیسے استعمال کیا؟ تو وہ آدمی کہے گا:

((مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيهَا اِلَّا أَنفقتُ فِيهَا لَكَ .)) ❶

''کہ میں تیری مرضی کے مطابق تیری ہر راہ پر خرچ کرتا رہا۔''

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

((كَذَبْتَ ، ولٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ .))

''کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو اس لیے مال خرچ کرتا رہا کہ تجھے سخی کہا جائے، وہ تجھے (دنیا میں ہی) کہہ دیا گیا۔''

اس آدمی کو بھی اللہ کے حکم پر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ❶

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی عمل اس وقت تک درجہ قبولیت کی منازل طے نہیں کر سکتا جب تک اس میں اخلاص کی روح موجود نہ ہو، بلکہ اس کی حالت مردہ جسم کی طرح ہے، جس کے ہاتھ تو موجود ہیں، لیکن وہ حرکت نہیں کر سکتے، جس کے پاؤں تو موجود ہیں، لیکن چل نہیں سکتے، جس کی آنکھیں تو موجود ہیں لیکن دیکھ نہیں سکتیں، جس کے منہ میں زبان تو موجود ہے، لیکن کلام نہیں کر سکتی، جس کے کان اور ناک تو موجود ہیں وہ سن سکتے ہیں اور نہ سونگھ سکتے ہیں، بلکہ یہ سب کچھ موجود ہونے کے باوجود ناکارہ ہیں۔ بالکل یہی حال ریاکاری کی بنیاد پر کیے گئے اعمال کا ہے کہ ان میں محنت تو موجود ہے لیکن وہ شرف قبولیت کو نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الأمارہ، باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار، رقم: ۴۹۲۳.

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ ﴾

(الغاشیہ: ۲ تا ٤)

''کہ اس دن بہت سارے چہرے ذلیل ہوں گے، عمل کرنے کی وجہ سے تھکے ہوئے ہوں گے۔ لیکن بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

اللہ رب العزت ریاکاری سے محفوظ و مامون فرمائے، اور نیکی کی توفیق اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!



باب نمبر:۱

علم اور علماء کی فضیلت

عابد پر عالم کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے عالم کو انتہائی اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس عابد پر بھی جو اپنے لیل ونہار کو اللہ کی عبادت میں گذار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (الزمر: ۹)

"کیا وہ شخص جو ربّ العالمین کی رحمت کی امید کے بل بوتے پر، آخرت سے ڈرتے ہوئے اپنی ساری رات قیام وسجود میں گزار دیتا ہے۔ (اے پیغمبر!) آپ فرمادیں: کیا عالم اور غیر عالم برابر ہوسکتے ہیں؟ بے شک نصیحت تو عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔"

سیّدنا ابو امامہ باھلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، جن میں سے ایک عالم اور دوسرا جاہل تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ .))

"عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر۔"

اس کے بعد رسولِ ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰـهَ وَمَلَآئِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ

فِی جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ)) ❶

"بے شک اللہ، اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں میں بسنے والی تمام مخلوقات، حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنی بلوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والوں کے لیے رحمت کی دعائیں کرتی ہیں۔"

علماء دین قابل رشک ہیں:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول رب العالمین ﷺ نے فرمایا:

((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا ، فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.)) ❷

"یعنی دو آدمیوں کے علاوہ اور کسی پر رشک کرنا جائز نہیں۔ (۱) پہلا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے کثرتِ مال سے نواز کر اسے بے تحاشا حق کے کاموں میں خرچ کرنے پر لگا دیا۔ (۲) دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (قرآن و سنت کا علم) عطا کی ہو، جس کے ذریعے وہ فیصلے کرتا، اور اس کا علم دوسروں کو سکھاتا ہے۔"

علم اور نفسانی خواہشات کی پیروی:

علم اور نفسانی خواہشات کی اتباع اور پیروی دو متضاد چیزیں ہیں جس کو اللہ ربّ العزت نے بڑے ہی واضح الفاظ میں قرآنِ حکیم کے اندر بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ

---

❶ سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ما جآء فی فضل الفقهِ علی العبادة، رقم الحدیث: ۲٦۸۵۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے "صحیح" کہا ہے، مشکوٰة، رقم: ۲۱۳، التعلیق الرغیب: ۱/ ٦۰.

❷ صحیح بخاري، کتاب العلم، رقم: ۷۳، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، رقم: ۱۸۹٦.

الَّذِیْ جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ○ ﴾

(البقرة: ۱۲۰)

''اے نبی! فرمادیجیے کہ حقیقی ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے، اور اگر آپ نے اپنے پاس علم آ جانے کے باوجود ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔''

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُمْ بَعْدَ مَا جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ○ ﴾ (الرعد: ۳۷)

''اگر آپ نے علم آ جانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ (کے عذاب) سے نہ آپ کا کوئی حمایتی ملے گا، اور نہ ہی کوئی بچانے والا۔''



باب نمبر:۲

علم اور خشیت الٰہی

علم اور خشیت الٰہی دونوں لازم وملزوم ہیں۔ انسان کے پاس جتنا دین کا علم زیادہ ہوگا، اتنا ہی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا۔ اگر ایک دل میں علم تو ہو، لیکن اللہ کا ڈر نہ ہو تو ایسے علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ ایسا علم ہلاکت اور تباہی کا سبب بنے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ ﴾

(الفاطر: ۲۸)

"اور انسانوں، جانوروں اور چوپایوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں، لیکن اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے، بہت بخشنے والا ہے۔"

امام ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

((﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ اَیْ اِنَّمَا يَخْشَاهُ حَقَّ خَشْيَتِهٖ اَلْعُلَمَاءُ الْعَارِفُوْنَ بِهٖ لِاَنَّهٗ كُلَّمَا كَانَتِ الْمَعْرِفَةُ لِلْعَظِيْمِ الْقَدِيْرِ الْعَلِيْمِ اَلْمَوْصُوْفِ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ الْمَنْعُوْتِ بِالْاَسْمَآءِ الْحُسْنٰى كُلَّمَا كَانَتِ الْمَعْرِفَةُ بِهٖ اَتَمَّ وَالْعِلْمُ بِهٖ اَكْمَلُ كَانَتِ الْخَشْيَةُ لَهٗ اَعْظَمُ وَاَكْثَرُ.)) [1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/۵۵۳، طبع امجد اکیڈمی، لاہور۔

''یعنی جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، اہل علم ہی ڈرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے ہیں، کیوں کہ جب اس کی مکمل طور پر پہچان حاصل ہو جائے گی تو اس سے اس کی خشیت اور ڈر بھی جڑ پکڑتا جائے گا، بلکہ زیادہ ہو جائے گا۔''

حقیقی عالم کون ہے؟

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اسی آیت کے تحت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

((قَالَ الْعَالِمُ بِالرَّحْمَانِ مِنْ عِبَادِهِ، مَنْ لَّمْ يُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا، وَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، وَحَفِظَ وَصِيَّتَهُ، وَأَيْقَنَ أَنَّهُ مُلَاقِيهِ وَمُحَاسِبٌ بِعَمَلِهِ.))

''یعنی اللہ کے بندوں میں سے اسے (اللہ کو) صحیح طور پر جاننے والا وہ شخص ہے، جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھے۔ اور اس کی وصیت کو یاد رکھے، اس کی ملاقات پر یقین رکھتا ہو اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے والا ہو۔''

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((الْعِلْمُ وَالْحِكْمَةُ نُوْرٌ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاءُ وَلَيْسَ بِكَثْرَةِ الْمَسَائِلِ.)) [1]

''علم اور حکمت کثرتِ مسائل کے فہم کا نام نہیں، بلکہ یہ تو ایک نور ہے، جس کے ذریعے اللہ ربّ العزت جس کی چاہتے ہیں رہنمائی کرتے ہیں۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَيْسَ الْعِلْمُ عَنْ كَثْرَةِ الْحَدِيْثِ وَلٰكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ)) [2]

---

[1] جامع بيان العلم وفضله ٢/ ٢٥. [2] تفسير ابن كثير ٣/ ٥٥٤، جامع بيان العلم وفضله ٢/ ٢٥.

"علم بہت زیادہ احادیث کو یاد کر لینے کا نام نہیں، بلکہ علم، کثرتِ خشیت الٰہی کا نام ہے۔"

امام شعبی رحمہ اللہ سے کسی عورت نے سوال کیا کہ مجھے بتایئے، عالم کون ہوتا ہے؟

تو آپ رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا:

((اِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ خَافَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ .))

"حقیقی عالم تو وہی ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہے۔"

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((﴿ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴾ اَلْخَشْیَۃُ بِقَدْرِ مَعْرِفَۃِ الْخَشِیِّ ، وَالْعَالِمُ یَعْرِفُ اللّٰہَ فَیَخَافُہٗ وَیَرْجُوْہُ ، وَھٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الْعَالِمَ اَعْلٰی دَرَجَۃً مِنَ الْعَابِدِ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ: ﴿ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ﴾ فَبَیَّنَ اَنَّ الْکَرَامَۃَ بِقَدْرِ التَّقْوٰی ، وَالتَّقْوٰی بِقَدْرِ الْعِلْمِ ، فَالْکَرَامَۃُ بِقَدْرِ الْعِلْمِ لَا بِقَدْرِ الْعَمَلِ ...... نِعْمَ الْعَالِمُ قَدْحٌ ذَالِکَ فِیْ عِلْمِہٖ .)) [1]

"یعنی کسی کے دل میں کسی کا خوف اسی مقدار میں ہوگا جتنا اس کی قدر ومنزلت کو جانتا ہوگا۔ لہٰذا عالم اللہ تعالیٰ کی پہچان کی وجہ سے اس سے ڈرتا ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ عالم عابد سے بلند درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ﴾ (الحجرات: ١٣)

"بے شک تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے معزز وہ ہے، جو سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔"

---

[1] تفسیر کبیر للرازی، ج: ٢٦، ص: ٢١.

اس سے واضح ہوتا ہے اللہ کے ہاں عزت و تکریم کی مقدار تقویٰ کے مطابق ہے، اور تقویٰ کی مقدار علم کے مطابق۔

قربِ قیامت علم اٹھ جائے گا، ایسے میں اس کی حفاظت کرنے والے علماء ہی ہوں گے:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود اور سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ ، وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ ، وَالْهَرْجُ: الْقَتْلُ .)) ❶

"یعنی قیامت سے پہلے کچھ دن ایسے ہوں گے جن میں علم اٹھ جائے گا، اور جہالت عام ہوجائے گی اور کثرت سے (ہرج) ہوگا، یعنی ناحق خون بہایا جائے گا۔"

سیّدنا ابراہیم بن عبدالرحمٰن العذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُوْلُهُ ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَافِلِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِيْنَ .)) ❷

"یعنی اس علم کو ہر جماعت سے آئندہ نیک لوگ لیں گے جو اس (علم) سے حد سے بڑھ جانے والوں کا تغیر دور کریں گے، اور اہل باطل کے جھوٹ کا ابطال کریں گے، اور جاہلوں کی تاویلات سے اس علم کو پاک کریں گے۔"

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب ظهور الفتن، ح: ٧٠٦٢.

❷ سنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢٠٩/١٠، مشكوٰة: ٢٤٨.

الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا.)) ❶

''یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا یعنی لوگ دین کا علم بہت کم حاصل کریں گے، بلکہ دنیا میں غرق ہو جائیں گے اور جہالت عام ہو جائے گی، شراب پی جائے گی، اور سرعام زنا کاری اور بدکاری ہوگی۔''

مزید برآں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ ﴾

(البقرة: ٢٨٢)

''اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور اللہ تعالیٰ تمھیں تعلیم دے رہا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں بھی اللہ علیم و قدیر نے تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔



❶ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، ح: ٨٠

باب نمبر: ۳

عالم اور جاہل کا فرق

یہ بات تو ہر کسی پر عیاں ہے کہ جس طرح آسمان اور زمین جمع نہیں ہو سکتے، جس طرح آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے، جس طرح مشرق اور مغرب کا اجتماع ناممکن ہے، جس طرح ایمان اور نفاق ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے، جس طرح کفر اور اسلام ایک دل میں گھر نہیں کر سکتے، بالکل ایسے ہی علم اور جہالت برابر نہیں ہو سکتے، کیونکہ علم سے اللہ رب العزت کی پہچان حاصل ہوتی ہے، جب کہ جہالت سے انسان اس کی معرفت سے نا آشنا رہتا ہے۔ علم سے اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے، جب کہ جہالت سے یہ تمیز حاصل نہیں ہوسکتی۔ علم سے سیدھے راستے کا تعین ممکن ہے، جبکہ لاعلمی میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس لیے تو اللہ ربّ العزت نے اس مضمون کو بڑی وضاحت سے قرآن حکیم میں ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَـآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَـلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (الزمر: ۹)

"کیا بھلا وہ شخص جو ربّ العالمین کی رحمت کی امید کے بل بوتے پر، آخرت سے ڈرتے ہوئے اپنی ساری رات قیام وسجود میں گذار دیتا ہے۔ اے نبی! کہہ دے کیا علم والے، اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۝ ﴾
(العنکبوت: ٤٣)

”ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان فرما رہے ہیں جن کو صرف علم والے ہی جانتے ہیں۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

((اَیْ وَمَا یَفْهَمُهَا وَیَتَدَبَّرُهَا اِلَّا الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ الْمُتَضَلِّعُوْنَ مِنْهُ.)) [1]

”یعنی اللہ کی ان بیان کردہ مثالوں کو صرف وہی لوگ سمجھنے کی استطاعت رکھتے ہیں جو اپنے علم میں مضبوط ہیں، اور اس کے پیچ و تاب کو سمجھنے والے ہیں۔“

جہالت اور طلب دنیا:

اللہ تعالیٰ نے قارون کے قصے کو قرآن حکیم میں ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ وہ ایک دن خوب صورت لباس پہنے ہوئے، بہترین سواری پر سوار ہو کر، خادموں اور لونڈیوں کے جھرمٹ میں لوگوں کے سامنے نمودار ہوا تو دنیاوی عیش و عشرت کے خواہش مند حضرات نے بھی یہ خواہش اور تمنا کی کہ کاش! ہمارے پاس بھی اتنا مال و متاع ہوتا، تمام دنیاوی آرائشیں ہمیں بھی میسر ہوتیں، خوبصورت لباس ان کے مقدر میں بھی ہوتے، یہ بہترین سواریاں اور خادموں اور لونڈیوں کے جھرمٹ ان کے پاس بھی ہوتے۔ جب ان کے اس رویے کو اہل علم نے دیکھا تو فوراً کہنے لگے کہ اللہ کے ہاں جو نیک اعمال کا اجر و ثواب ہے۔ وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔ اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بایں الفاظ سے بیان کیا ہے:

﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

[1] تفسیر ابن کثیر، جلد ٣، ص: ٤١٤.

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ○ ﴾ (القصص: ٧٩۔٨٠)

"پس قارون پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا تو دنیاوی زندگی کے متوالے کہنے لگے کاش! کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے، یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے۔ اہل علم انھیں سمجھانے لگے کہ افسوس! بہتر چیز تو وہ ہے جو بطورِ ثواب انھیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں، اور نیک اعمال کریں، یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر والے ہوتے ہیں۔"

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا جہالت سے پناہ مانگنا:

اللہ تعالیٰ نے گائے کے قصے میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کو یوں بیان کیا ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ط قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ○ ﴾

(البقرة: ٦٧)

"اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو انھوں نے کہا: ہم سے مذاق کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔"

کسی کا مذاق اڑانا جہالت کی علامت ہے:

اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی کا بے جا مذاق اڑانا جہالت کی علامت ہے جو کسی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے، اسی لیے تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے کہنے پر کہ ﴿ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ﴾......"ہم سے مذاق کیوں کرتے ہو۔" اس کے جواب میں فرمایا تھا؛

﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ﴾

”کہ میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔“

امام الانبیاء ﷺ کو جاہلوں سے اعراض کا حکم:

اللہ ربّ العزت نے نبی آخر الزمان، رحمۃ اللعالمین ﷺ کو جاہل لوگوں سے اعراض کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ﴾

(الأعراف: ۱۹۹)

”آپ درگزر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں، اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔“

جہالت اور بندۂ رحمان:

اللہ ربّ العزت نے جہاں اپنے بندوں کے بہت سارے اوصاف بیان کیے ہیں وہاں ایک وصف یہ بھی بیان کیا ہے؛

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ ﴾ (الفرقان: ٦٣)

”رحمان کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی و فروتنی سے چلتے ہیں۔ اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔“

سیّدنا نوح علیہ السلام کو وقوعِ جہالت کی صورت میں وعظ کی تنبیہ:

جب سیّدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کے لیے بخشش کی دعا مانگی تو اللہ ربّ العزت نے آپ علیہ السلام کو ان الفاظ سے خبردار کیا:

﴿ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ ﴾

(هود: ٤٦)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے، اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں، تجھے ہرگز وہ چیز نہیں مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہ۔"

جہالت اور سیاحت:

اللہ ربّ العزت نے جہاں انسان کو قرآنی حقائق پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، وہاں زمین کے اندر چلنے پھرنے اور اس کے حالات پر غور وفکر کی طرف بھی راغب کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ○ ﴾ (محمد: ١٠)

"کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معائنہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا نتیجہ ہوا؟ اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا، اور کافروں کے لیے اسی طرح کی سزائیں ہیں۔"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾

(يوسف: ١٠٩)

"کیا زمین میں چل پھر کر انھوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہت ہی بہتر ہے، کیا پھر بھی

تم نہیں سمجھتے۔"

عالم اور جاہل کی اندھے اور بینا سے مثال دینا:

انسان کی فطرت ہے کہ جو چیز اس کی سمجھ سے بالاتر ہو اگر اس کی کوئی مثال پیش کر دی جائے تو اس چیز کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق اللہ ربّ العزت نے بھی علم اور جہالت کے درمیان فرق کو واضح کرنے کے لیے مختلف مقامات پر مختلف انداز سے مثالیں پیش کی ہیں۔ ان مثالوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ربّ کائنات فرماتا ہے:

﴿ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۝ ﴾

(العنکبوت: ۴۳)

"اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں، جنھیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔"

ان مثالوں میں سے ایک مثال ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (الرعد: ۱۹)

"کیا وہ شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ پر اتارا گیا ہے وہ حق ہے، اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہے۔ یقیناً نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔"

جہالت، قیامت کی نشانی ہے:

سیّدنا ابو امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ جاہلوں سے علم حاصل کریں گے۔" [1]

[1] صحيح الجامع الصغير للألباني، رقم الحديث: ۲۲۰۳.

باب نمبر:۴

علم اور دُعا

دعا کا علم کے ساتھ انتہائی گہرا تعلق ہے جیسا کہ گذشتہ ابواب میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ؛

﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾

''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علم والے اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔''

تو اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ سے دعا بھی وہی مانگے گا، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہوگا۔

یہ تو تھی ایک عقلی دلیل، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا کا علم سے بہت گہرا تعلق ہے۔ لیکن یہاں پر ایک مستقل باب اس عنوان سے قائم کرنے سے ہمارا مقصود صرف یہی ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان دعاؤں کو نقل کر دیا جائے جن میں حصولِ علم کے لیے دعائیں کی گئی ہیں۔

پہلی دُعا:

اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے رب تعالیٰ سے زیادتی علم کی دعا کرتے رہیں:

﴿ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۱۱٤)

''اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما۔''

صاحب ''فتح البیان'' رقمطراز ہیں کہ رب کائنات نے اپنے رسول کو علم کے علاوہ کسی بھی چیز میں زیادتی طلب کرنے کی نصیحت نہیں کی۔

دوسری دُعا:

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ ﴾ (البقرۃ: ۱۲۷۔۱۲۸)

"اے اللہ! ہمارے اس عمل کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔ تو ہی (دعاؤں کو خوب) سننے والا (اعمال کو خوب) جاننے والا ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو نکال جو تیری فرمانبردار ہو۔ اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

تفسیر السعدی میں فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی سیّدنا ابراہیم اور سیّدنا اسماعیل علیہما السلام کی اس حالت کو یاد کرو جب وہ بیت اللہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے، اور اس عظیم کام پر تسلسل اور پابندی سے لگے ہوئے تھے، اور یہ کہ اس وقت ان پر خوف اور اُمید کی سی کیفیت طاری تھی، حتیٰ کہ اس عظیم عمل کے باوجود انھوں نے دعا کی کہ ان کا عمل قبول کیا جائے، تاکہ اس کا فائدہ عام ہو، اور انھوں نے اپنی ذات اور اپنی اولاد کے لیے اسلام کی دعا کی جس کی حقیقت قلب کا خشوع وخضوع ہے اور دل کا اپنے رب کا مطیع ہو جانے اور اعضاء وجوارح کے فرماں بردار ہونے کو متضمن ہے۔

تیسری دُعا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا)) [1]

---

[1] سنن ابن ماجه، باب الإنتفاع بالعلم والعمل به، رقم: ۲۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

"اے اللہ! جو تو نے مجھے سکھایا ہے اسے میرے لیے نفع مند بنا اور مجھے ایسا علم عطا فرما جو میرے لیے نفع بخش ہو اور میرے علم میں اضافہ فرما۔"

چوتھی دُعا:

سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا .)) [1]

"اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے، اور اس دل سے جو ڈرے نہ اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو، اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔"

پانچویں دُعا:

جب سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے سامنے دعوتِ توحید رکھنے کا حکم ملا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی:

﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ ﴾ (طٰهٰ: ۲۵-۲۸)

"اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے، اور میرا کام آسان کر دے، اور میری زبان کی گرہ کھول دے، تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔"

چھٹی دُعا:

نبی مکرم، شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ .)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، باب الذکر والدعاء، رقم: ٦٩٠٦.

[2] صحیح بخاری، باب وضع الماء عند الخلاء، رقم: ١٤٣، صحیح مسلم، باب فضائل عبدالله بن عباس، رقم: ٦٣٦٨.

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔''

پس ہمیں بھی دعا کرنی چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ فَقِّھْنَا فِی الدِّیْنِ .))

''اے اللہ! ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما۔''

سا تویں دُعا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا وَمُتَقَبَّلًا)) ❶

''اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والے علم، قبول ہونے والے عمل اور پاکیزہ (حلال) رزق کا سوال کرتا ہوں۔''



❶ سنن ابن ماجة، باب ما یقال بعد التسلیم، رقم: ۹۲۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر: ۵

علم کی اہمیت

علم کی اہمیت وضرورت کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہونے والی پہلی وحی تعلیم وتعلم سے متعلق ہے۔ارشاد فرمایا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ ﴾

(العلق: ١_٥)

''اے پیغمبر! آپ پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا ہے۔اس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھئے اور آپ کا رب بے پایاں کرم والا ہے۔جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔اس نے آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اسلام کی تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنی مقدس کتاب میں احکام کی صورت میں نازل کیا ہے، بالکل اسی طرح اسلامی احکام کو سیکھنے پر بھی زور دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ (التوبة: ١٢٢)

''اور مؤمنوں کو چاہیے کہ وہ سب ہی (میدانِ جہاد میں) نہ نکل کھڑے ہوں۔ سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت

جایا کرے، تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں، اور تاکہ یہ لوگ جب اپنی قوم کے پاس واپس جائیں، تو انھیں ڈرائیں، تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ .)) [1]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''



[1] سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ح: ۲۲٤. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر:٦

اہل علم اور بلندیٔ درجات

اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو باعتبار فضائل ومناقب ممتاز مقام عطا فرمایا ہے۔ اپنی اسی سنت کو برقرار رکھتے ہوئے ربّ العالمین کا ارشادِ عالی ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ ﴾ (المجادلہ: ١١)

"اے ایمان والو! جب تمھیں مجلسوں میں کشادہ ہو کر بیٹھنے کو کہا جائے تو (دوسروں کے لیے) جگہ کو کشادہ کردو (اس کے بدلے میں) اللہ تمھیں کشادگی دے گا اور (اسی طرح) جب تمھیں کھڑا ہونے کو کہا جائے تو کھڑے ہو جاؤ، تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کے درجات کو اللہ تعالیٰ بلند فرمادیں گے۔"

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ مومنوں کو غیر مومنوں پر اہل علم کو غیر اہل علم پر کئی گنا فوقیت دیتا ہے۔ تو جو شخص ایمان اور علم دونوں سے بہرہ ور ہوگا، اسے اللہ تعالیٰ ایمان کی وجہ سے کئی درجات دے گا، اور پھر علم کی وجہ سے بھی کئی درجات کو بلند فرمائے گا۔ [1]

یہاں پر ایک بات کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ بلندیٔ درجات کے لیے علم کے ساتھ تقویٰ اور خوف الٰہی کا دل میں پایا جانا نہایت ضروری ہے۔ اور اگر خدانخواستہ کسی کے

[1] فتح القدیر: ٢/ ٧٩٩.

پاس علم تو ہو، لیکن اس کے دل میں خشیت الٰہی موجود نہ ہو، تو ایسا علم بلندیٔ درجات کے بجائے ہلاکت کا موجب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رحمۃ للعالمین ﷺ ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ .)) [1]

" بے شک اللہ ربّ العزت اس کتابِ مقدس کے ذریعے کچھ لوگوں کو تو بلندیٔ درجات سے نواز دیتے ہیں اور کچھ لوگوں کو پستی کی گہرائیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ "



[1] صحيح مسلم، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه، وفضل من تعلم حكمة من فقه او غيره فعمل بها وعلمها، رقم: ١٨٩٧.

باب نمبر: ۷

علم اور حکمت

علم اور حکمت لازم وملزوم چیزیں ہیں، اور یہ حکمت اللہ تعالیٰ علم کی وجہ سے علم والوں کو ہی عطا کرتا ہے۔ کلام حکمت بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، جو ہر کسی کو عطا نہیں کی جاتی، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عالی ہے:

﴿ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (البقرة: ۲۶۹)

''وہ (اللہ تعالیٰ) جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے، اور جس شخص کو حکمت عطا کر دی گئی، اسے بہت ساری بھلائی مل گئی، اور نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔''

تفسیر ''السعدیٰ'' میں فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''چونکہ اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم احکامات نازل فرمائے ہیں، جن میں بہت سے اسرار اور بہت سی حکمتیں ہیں، اور ان پر عمل کی توفیق ہر کسی کو نہیں ملتی، بلکہ صرف اسی کو ملتی ہے، کہ جس پر اللہ کا خاص احسان ہو اور جسے اللہ حکمت عطا فرما دے، حکمت سے مراد علم نافع، عمل صالح، اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں سے واقفیت ہے، جسے اللہ ایسی حکمت دے دے اسے اللہ نے بہت بھلائی عطا فرما دی، اس بھلائی سے عظیم تر بھلائی کون سی ہو سکتی ہے، جس میں دنیا اور آخرت کی خوش نصیبی پنہاں ہو اور جس کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی بدنصیبی سے نجات مل

جائے؟ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعمت خاص لوگوں کو ملتی ہے، یہ انبیاء علیہ السلام کا ترکہ ہے پس بندے کو کمال صرف حکمت سے حاصل ہوسکتا ہے، کیونکہ کمال نام ہے علمی اور عملی قوت کے کامل ہونے کا علمی قوت تو حق کی معرفت سے اور اس کے مقصود کی معرفت سے کامل ہوتی ہے۔

علم وحکمت امام مالک رحمہ اللہ کی نظر میں:

اس بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

((وَإِنَّهُ يَنْفَعُ فِيْ قَلْبِيْ إِنَّ الْحِكْمَةَ هُوَا الْفِقْهُ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَأَمْرٌ يُدْخِلُهُ اللّٰهُ فِي الْقُلُوْبِ مِنْ رَحْمَتِهٖ وَفَضْلِهٖ وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ إِنَّكَ تَجِدُ الرَّجُلَ عَاقِلاً فِيْ أَمْرِ الدُّنْيَا اَذَا نَظَرَ فِيْهَا وَتَجِدُ آخَرَ ضَعِيْفًا فِي أَمْرِ دُنْيَاهُ، عَالِمًا بِأَمْرِ دِيْنِهٖ بَصِيْرٌ بِهٖ يُؤْتِيْهِ اللّٰهُ اِيَّاهُ وَيَحْرِمُهُ هٰذَا فَا الْحِكْمَةُ اَلْفِقْهُ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ .)) [1]

"اور میرے دل میں یہ بات پختہ ہوچکی ہے کہ حکمت دین میں فقاہت کا نام ہے۔ اور ایسی بات کو بھی حکمت کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے دل میں داخل کردیتے ہیں۔ اور اس کی وضاحت اس تجربے سے بھی ہوتی ہے کہ بسا اوقات بعض آدمی دنیاوی معاملات کو اچھی طرح سمجھنے والے ہوتے ہیں، لیکن اس کے مقابلے میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو دنیاوی معاملات میں تو پختہ رائے کے مالک نہیں ہوتے، لیکن دینی معاملات میں بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت کی گہرائیوں سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں۔ (دنیا جاننے والے کو تو) اللہ نے (دنیا ہی) دے دی، لیکن اس کو دین کی فقاہت سے محروم رکھا۔ (تو معلوم ہوتا ہے کہ) حکمت دین میں فقاہت کا نام ہے۔"

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳۲۳/۳۔ طبع عربی.

نبی مکرم ﷺ کے مقاصد بعثت میں سے ایک مقصد تعلیم حکمت:

نبی مکرم ﷺ کے مقاصد بعثت میں سے ایک مقصد تعلیم حکمت بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴾ (الجمعة : ٢)

''(اللہ) وہ ذات ہے کہ جس نے ''اُمّی'' لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس (نبی کی بعثت) سے پہلے یقیناً وہ واضح گمراہی پر تھے۔''

حکمت ایسی نعمت ہے کہ جس پر رشک کیا جاسکتا ہے:

حکمت اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم نعمت ہے، جس پر رشک کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا حَسَدَ اِلَّا فِى اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِى الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِىْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)) [1]

''دو آدمیوں کے علاوہ اور کسی آدمی پر رشک کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ آدمی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اس کو حق کے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور دوسرا وہ آدمی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا، جس کے

---

[1] صحیح مسلم، باب فضل من يقوم بالقرآن، رقم: ١٨٩٦.

ذریعے وہ فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔"

سیّدنا یوسف علیہ السلام اور حکمت:

سیّدنا یوسف علیہ السلام جب جوانی کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم اور حکمت جیسی عظیم نعمتوں سے نوازا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ کیا ہے:

﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۲۲)

"اور جب (سیّدنا یوسف علیہ السلام) پوری جوانی کو پہنچ گئے تو ہم نے انھیں قوتِ فیصلہ (حکمت) اور علم دیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔"



باب نمبر: ۸

علماء اور توحید

سیّدنا آدم علیہ السلام سے سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ دعوت، دعوتِ توحید تھی اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دعوت کے وارث حقیقی علماء کرام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ .)) [1]

''کہ علماءِ کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔''

لہٰذا اس دعوت کو اس کے حقیقی رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا علماء کرام کی اہم ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اپنے ''الٰہ'' ہونے کی خود گواہی دی، اور ساتھ اس گواہی میں فرشتوں اور علماءِ کرام کو بھی شامل کرلیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۸)

''اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور وہ عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس غالب اور حکمت والے کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

علماء کرام کی قدر و منزلت کا اندازہ اس آیت کریمہ سے بطریق احسن لگایا جاسکتا ہے کہ اس گواہی میں اللہ رب العزت نے عابدوں، صوفیوں اور دنیا داروں کو شامل نہیں کیا، بلکہ صرف اور صرف علماء کرام کو شامل کیا ہے۔

---

[1] سنن ابو داؤد، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۱، سنن ترمذی، باب ماجآء فی فضل الفقه، رقم: ۲۶۸۲. اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السّعدی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اہل علم کی گواہی اس لیے معتبر ہے کہ تمام دینی امور میں انہی سے رجوع کیا جاتا ہے، خصوصاً سب سے عظیم وسب سے زیادہ جلالت وشرف والے مسئلے یعنی توحید کے مسئلہ میں علماء کا اوّل سے آخر تک اس پر اتفاق ہے، انھوں نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی ہے اور توحید تک پہنچنے کے راستے بتائے ہیں، لہٰذا مخلوق پر واجب ہے کہ اتنی عظیم گواہیوں والے حکم کو تسلیم کریں اور اس پر عمل کریں، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سب سے زیادہ شرف والا کام توحید کو جاننا ہے، لہٰذا اس کی گواہی اللہ نے خود دی ہے اور اپنی مخلوق میں سے عظیم ترین افراد کو اس کا گواہ بنایا ہے۔ شہادت (گواہی) علم ویقین کی بنیاد ہی پر دی جاسکتی ہے، جو آنکھ سے مشاہدہ کے برابر ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص توحید کے معاملہ میں اس مقام تک نہیں پہنچتا، وہ اہل علم میں شامل نہیں۔''

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا؟ حالانکہ وہ تو اس کے اوّلین حق دار تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس علم کو پھیلانے کا اصل منبع اور ذریعہ تو انبیاء کرام علیہم السلام ہی ہیں، لہٰذا جب شاگرد کا تذکرہ کردیا جائے تو اس میں استاد کا نام خود بخود شامل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ میں (اُولُوا الْعِلْمِ) سے سب سے پہلی مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، اس کے بعد علماء کرام ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝ ﴾ (محمد: ۱۹)

" (اے نبی!) آپ جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں، اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے حق میں بھی (بخشش مانگا کریں) اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی آمد و رفت اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔"



باب نمبر:۹

علم اور اہل علم

اللہ عزوجل کی توحید کی شہادت اور اس بات کی شہادت اور گواہی کہ عدل وانصاف اور اعتدال اس کی صفت ہے۔ ذیل کی آیت کریمہ میں اہل علم کی بھی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ رب العزت نے توحید کی شہادت کی خاطر انھیں خاص کر دیا، ان کی گواہی کو اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ جوڑ دیا اور اسے توحید کی بہت بڑی دلیل قرار دیا، اور مخلوق کے لیے ان کی شہادت کو قبول کرنا لازم قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۸)

''اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور اہل علم گواہی دیتے ہیں، وہ (اپنے احکام میں) عدل پر قائم ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو عزت والا اور حکمت والا ہے۔''

پس علم کی بدولت علماء کا احترام بھی ضروری ہے، چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيْهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ)) [1]

''بے شک یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ ہے کہ آدمی سفید بالوں والے مسلمان

---

[1] سنن ابی داؤد، باب فی تنزیل الناس منازلهم، رقم: ٤٨٤٣، صحیح الجامع الصغیر، رقم: ٢١٩٥.

کا احترام کرے، اور قرآن میں غلو نہ کرنے والے، اس سے بے پروائی نہ کرنے والے حافظ قرآن کی عزت کرے، اور عادل بادشاہ کی تکریم کرے۔"

اہل علم مرتبہ کے اعتبار سے بڑے ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے اس جہانِ رنگ و بو میں برکت ہے، ان کا احترام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ .)) [1]

"برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔"

اور دنیا وما فیہا سب ملعون ہیں سوائے علم اور ذکر الٰہی کے، تو یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ کوئی شخص علم اور اہل علم کا احترام کرے۔ رسولِ کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی سب ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے متعلقات کے، اور طالب علم اور اہل علم کے۔" [2]



[1] مستدرك حاكم، رقم: ٢١٨، سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ١٧٧٨.

[2] سنن ابن ماجة، باب مثل الدنيا، رقم: ٤١١٢، سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٢٧٩٧.

باب نمبر: ۱۰

علم، علماء اور نصیحت

خود اچھے کام کرنا، اور دوسروں کو ان کی ترغیب دینا علماء کا انتہائی اہم فریضہ ہے۔ دوسروں کو اچھے کام کی ترغیب دینے کو نصیحت کہتے ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے کہا تھا:

﴿ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(الاعراف: ٦٢)

"میں تمھیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں، اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں، اور میں اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

اسی طرح سیدنا ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی:

﴿ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝ ﴾ (الاعراف: ٦٨)

"میں تمھیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں، اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔"

اسی طرح استفسار پر کسی کو اچھا مشورہ دینا بھی نصیحت (خیر خواہی) ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ......وَاِذَا سْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْهُ)) [1]

"مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں...... جن میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب وہ مشورہ طلب کرے، تو خیر خواہی کا مشورہ دے۔"

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کے پورے دین کو تمام انسانیت کے

[1] صحیح مسلم، باب من حق المسلم للمسلم ردّ السلام، رقم: ٥٦٥١.

لیے نصیحت قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ : قَالُوْا لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ .)) ❶

''دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا) اللہ کے رسول! دین کن لوگوں کے لیے خیر خواہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور عوام الناس کے لیے۔''

رسولِ اکرم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب بھی کسی نو مسلم آنے والے سے بیعت کرتے تو جہاں اس کو نماز کی فرضیت اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیتے وہاں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہانہ رویہ رکھنا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

((بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِیتَاءِ الزَّکَاةِ، وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ .)) ❷

''کہ میں نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر ایک مسلمان سے خیر خواہی کرنے کی بنیاد پر نبی علیہ السلام سے بیعت کی۔''

حدیث ''اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ'' کے مفہوم کی وضاحت:

اس حدیث کے متعلق امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے بہت سارے اقوال کو جمع کیا ہے۔ لیکن یہاں پر اختصار کے پیشِ نظر ہم صرف ایک قول کو ھدیہ قارئین کرتے ہیں۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة، حدیث (۹۵/ ۹۵۵).

❷ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، رقم: ۵۷، صحیح مسلم، باب بیان ان الدین النصیحة: ۵۶، رقم: ۱۹۹.

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلنَّصِيْحَةُ كَلِمَةٌ يُعَبَّرُ بِهَا عَنْ جُمْلَةٍ هِيَ إِرَادَةُ الْخَيْرِ لِلْمَنْصُوْحِ لَهُ، قَالَ: وَأَصْلُ النُّصْحِ فِي اللُّغَةِ. اَلْخُلُوْصُ يُقَالُ: نَصَحْتُ الْعَسَلَ إِذَا خَلَّصْتُهُ مِنَ الشَّمْعِ.)) [1]

"یعنی نصیحت ایک ایسا کلمہ ہے جو ایسے جملہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس سے منصوح لہ (جس کو نصیحت کی جارہی ہے) کے لیے خیر اور بھلائی مراد ہو۔"

اور لغت میں نصیحت کا معنیٰ ہے: خلوص۔ جیسا کہ عربی میں "نَصَحْتُ الْعَسَلَ" (میں نے شہد کو جدا کرلیا) اس وقت کہا جاتا ہے، جب اس کو موم اور چھتے سے بالکل جدا کرلیا جائے۔ آگے لکھتے ہیں:

١۔ ((فَمَعْنٰى: اَلنَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ: صِحَّةُ الْاِعْتِقَادِ فِيْ وَحْدَانِيَّتِهٖ وَإِخْلَاصُ النِّيَّةِ فِيْ عِبَادَتِهٖ.))

٢۔ ((وَالنَّصِيْحَةُ لِكِتَابِهٖ: اَلْإِيْمَانُ بِهٖ وَالْعَمَلُ بِمَا فِيْهِ.))

٣۔ ((وَالنَّصِيْحَةُ لِرَسُوْلِهٖ: اَلتَّصْدِيْقُ نُبُوَّتِهٖ وَبَذْلُ الطَّاعَةِ لَهٗ فِيْمَا أَمَرَ بِهٖ وَنَهٰى عَنْهُ.))

٤۔ ((وَالنَّصِيْحَةُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ: إِرْشَادُهُمْ إِلٰى مَصَالِحِهِمْ)) [2]

(۱) "النصيحة لله" کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی توحید کے بارے میں عقیدہ کا درست ہونا اور اخلاص نیت سے اس کی عبادت کرنا۔

(۲) "النصيحة لكتابه" کا معنی یہ ہے کہ اس (کے منزل من اللہ ہونے) پر ایمان رکھنا، اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا۔

---

[1] جامع العلوم والحكم، ص: ٩٨، طبع دار الحديث، القاهرة.

[2] جامع العلوم والحكم لابن رجب حنبلي، ص: ٩٨.

(۳) "النصیحة لرسوله" کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی (صدقِ دل سے) تصدیق کرنا، اور آپ کے اوامر ونواہی کو تسلیم کرنا۔

(۴) "النصیحة لعامة المسلمین" کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اصلاح کی طرف رہنمائی کرنا۔"

نصیحت کیسے کی جائے؟

ہم نصیحت کی اہمیت اور اس کا معنی ومفہوم گزشتہ سطور میں قدرے تفصیل سے بیان کر آئے ہیں، اب ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کسی کو نصیحت کرنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے؟

تو اس کا سادہ سا جواب یہی ہے کہ ہر اس مناسب انداز سے نصیحت کی جاسکتی ہے، جو منصوح لہٗ (جس کو نصیحت کی جارہی ہے) کے لیے عار کا باعث نہ ہو۔

افادہ کے لیے ذیل کی سطور میں سنت نبوی ﷺ سے ثابت شدہ کچھ طریقے تحریر کیے جارہے ہیں:

۱۔ پہلا طریقہ :...... سب سے پہلا طریقہ جس کی مثال احادیث نبویہ میں کثرت سے موجود ہے، وہ یہ کہ منصوح لہٗ خود نصیحت کا جذبہ اور جستجو لے کر آئے، اور اپنی زبان سے یہ بات کہے کہ مجھے کوئی نصیحت کر دیجیے۔ نصیحت کے اس طریقہ میں بہت ہی وسعت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں سائل خود نصیحت کا جذبہ اور جستجو لے کر آتا ہے اور ایسے آدمی کو ہر بات وضاحت سے سمجھائی جاسکتی ہے۔ اس کی مثال۔

((اَوْصِنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرما دیجیے۔"

تو آپ ﷺ آنے والے شخص کے حالات کو دیکھ کر اس کو بڑے ہی واضح انداز میں نصیحت فرما دیا کرتے تھے۔

چنانچہ جلیل القدر صحابیٔ رسول سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ سے کہا:

((اَوْصِنِیْ، قَالَ: اُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ وَعَلَيْكَ بِالْجِهَادِ فَإِنَّهُ رَهْبَانِيَّةُ الْإِسْلَامِ.)) ❶

"کہ اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی نصیحت کیجیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ تقویٰ ہی ہر چیز کی بنیاد ہے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے۔"

۲۔ دوسرا طریقہ:...... یہ ہے کہ کسی میں کوئی کوتاہی نظر آئے تو اس کوتاہی کے متعلق متنبہ کرنے کے ساتھ ساتھ قابل اصلاح دوسرے امور کو بھی ذکر کر دیا جائے۔

جیسا کہ سیدنا عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آپ کے ساتھ بیٹھا کھانا کھاتے ہوئے پوری پلیٹ میں اپنے ہاتھ کو گھما رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ.)) ❷

"اے بچے! اللہ کا نام لو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔"

غور کیجیے! اس حدیث میں آپ ﷺ نے کیسے حکمت بھرے انداز سے اس بچے کو کھانے کے مکمل آداب بھی بتا دیئے، اور اس کی غلطی سے آگاہ بھی کر دیا کہ جس کی تنقید کا اسے احساس تک نہیں ہوا۔

۳۔ تیسرا طریقہ:...... نصیحت کا تیسرا طریقہ جو آپ ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت ہے، یہ ہے کہ کسی ایک کی غلطی کو دیکھ کر تمام لوگوں کو اجتماعی طور پر اس غلطی سے رکنے کی نصیحت کر دی جائے۔

---

❶ مسند احمد، ح: ۱۱۳۴۹، المعجم الصغیر للطبرانی، ص: ۱۹۷، سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم: ۵۵۵.

❷ صحیح بخاري، كتاب الأطعمة، رقم: ۵۳۷۶.

جیسا کہ حدیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ جب انھوں نے بریرۃ کو جس نے اپنے آقا سے مکاتبت کر رکھی تھی۔ آزاد کروانے کا ارادہ کیا، لیکن ولاء (آزاد کردہ غلام کا سامان) کی شرط لگادی کہ وہ مجھے ملے گا، لیکن بریرہ کے مالک نے ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، اور حمد و ثناء کے بعد یوں گویا ہوئے۔

((أَمَّـا بَـعْـدُ! فَـمَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَـرْطٍ كِتَابُ الـلّٰهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ ...... إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.)) [1]

"امابعد! ان لوگوں کی کیا حالت ہے، وہ (اپنے معاملات میں) ایسی شرائط عائد کرتے ہیں، جن کا کتاب اللہ میں سرے سے کوئی ذکر ہی موجود نہیں ہے (یاد رکھو!) ہر وہ شرط جس کا کتاب اللہ میں ذکر نہیں ہے۔ اگرچہ سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں باطل ہیں۔ اللہ کی کتاب برحق ہے، اور اللہ کی شرائط سب سے مضبوط ہیں ...... بے شک ولاء اسی کا حق ہے، جو (غلام کو) آزاد کرے۔"

اس کے علاوہ اور بھی احادیث نبویہ سے ایسے انداز ملتے ہیں۔ جن کے ذریعے دوسروں کو نصیحت کی جاسکتی ہے۔

بہرحال کسی کو نصیحت کرنے کے لیے ہر اس طریقے کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے کہ جس میں "منصوح لہ" کی عزت بھی مجروح نہ ہو اور اسے نصیحت بھی کردی جائے۔



[1] صحيح مسلم، باب بيان ان الولاء لمن اعتق، رقم: ۳۷۷۹.

باب نمبر: ۱۱

علم اور رحمتِ الٰہی

علم شرعی اللہ عزوجل کا عظیم فضل واحسان اور بہترین رحمت الٰہی ہے، علم کے آجانے پر انسان اللہ عزوجل سے اس کی رحمت کا سوال کرتا ہے وگرنہ نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝ ﴾ (الحجر: ٥٦)

''گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کوئی ناامید نہیں ہوسکتا ہے؟''

سیّدنا قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسولِ مکرم ﷺ کے پاس آیا، آپ نے مجھ سے پوچھا: اے قبیصہ! آپ کس غرض سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں، پس میں آپ کے پاس آیا ہوں، آپ مجھے علم سکھلایئے جو کہ میرے لیے نفع مند ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے قبیصہ! آپ جس جس پتھر، درخت اور مکان کے پاس سے گزر کر علم حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اس نے تمہارے لیے دعائے مغفرت کی ہے۔ تم جب نمازِ فجر پڑھ لو تو کہو:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ.))

''اللہ عظیم و برتر ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، اور ہر قسم کی تعریف اسی کی ہے۔''

تم بینائی سے محرومی، کوڑھ اور فالج سے محفوظ رہو گے، اور اے قبیصہ! یہ دعا کیا کرو۔

((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ، وَافْضِ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ، وَانْشُرْ عَلَيَّ رَحْمَتَكَ، وَأَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ.)) [1]

''اے میرے اللہ! میں آپ سے وہ کچھ مانگتا ہوں جو آپ کے پاس ہے، یعنی

---

[1] حسن لغیرہ: مسند أحمد: ٥/ ٦٠، رقم: ٢٠٦٠٢، طبراني کبیر: ١٨/ ٩٤٠.

مجھ پر اپنا فضل کردے۔ مجھے اپنی وافر رحمت عطا فرما، اور مجھ پر اپنی برکات نازل فرما۔“

مذکورہ بالا حدیث میں نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عظیم طالب علم کو یہ درس دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا سوال کرتے رہنا۔ پس معلوم ہوا کہ علم کا تقاضا ہے کہ اللہ رحیم وکریم سے اس کے کرم ورحمت اور جود وسخاء کا سوال کیا جائے۔



❶ حسن لغيره: مسند أحمد: ٥/ ٦٠، رقم: ٢٠٦٠٢، طبرانی کبیر: ١٨/ ٩٤٠.

باب نمبر:۱۲

علم اور ایمان

ایمان اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کو نصیب ہو جائے، دنیا ومافیہا سے بہتر ہو جاتا ہے، کیونکہ دلوں میں جتنا ایمان راسخ اور پختہ ہوگا، اسی قدر اللہ کا ڈر اور تقویٰ بھی زیادہ ہوگا۔

اور ان تمام چیزوں کا حصول علم کے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان تو ہو لیکن اس کے متعلق درست عقائد کا علم نہ ہو، تو یہ ایمان ہدایت کی بجائے گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے برعکس علم رکھنے والے آدمی کے گمراہ ہونے کے کم ہی مواقع ہوتے ہیں۔ یہی حال تقویٰ کا ہے کہ دل کے اندر اللہ کا ڈر پایا جائے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح ''کتاب العلم'' میں باب قائم کرتے ہیں:

((بَابٌ: اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ .))

''اس چیز کا بیان کہ قول وعمل سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔''

اور بطورِ دلیل کے اللہ علیم وخبیر کا فرمان عالی شان ذکر فرماتے ہیں:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط ﴾ (محمد: ۱۹)

''آپ جان لیں، یقیناً اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔''

بہرحال علم کے بغیر صحیح خطوط پر رضائے الٰہی کا حصول مشکل ہے، کیوں کہ لاعلمی کی حالت میں انسان کوئی ایسا عمل کر جائے جو اس کے خیال میں تو رضائے الٰہی کا سبب ہو لیکن اس کے برعکس حقیقت میں وہ عمل غضب الٰہی کا موجب بن جائے اور انسان لاعلمی کی وجہ سے رفعت درجات کی بجائے پستی کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۝ أَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ ﴾

(الكهف: ١٠٣-١٠٤)

''اے محمد ﷺ! فرمادیں! کیا میں تمھیں ایسے لوگوں کی خبر دوں جو اعمال کرنے کے باوجود انتہائی خسارے میں جارہے ہیں؟ وہ لوگ جن کی کوششیں دنیا میں ہی برباد ہو کر رہ گئیں، حالانکہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ بہت اچھے عمل کر رہے ہیں۔''

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور اہل علم کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم اور ایمان لازم وملزوم ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ (المجادلة: ١١)

'' اور جب تمھیں کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ تو تم اُٹھ کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کے درجات کو بلند فرمائے گا۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ جب وہ قرآن کی کسی متشابہ آیت کو دیکھتے ہیں تو بلا تاویل کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؑ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ

اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ﴾ (آل عمران : ۷)

''وہی (اللہ تعالیٰ کی) ذات ہے جس نے آپ پر کتاب کو نازل فرمایا جس کی بعض آیات محکم ہیں جو اصل کتاب ہیں، اور بعض آیات متشابہات ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ فتنے کی طلب اور ان آیات کی تاویلات کی جستجو کے لیے ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان آیات کا صحیح مفہوم اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (اس کے برعکس) پختہ علم والے (متشابہ آیات کے بارے میں) کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں یہ (نازل شدہ کتاب) سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نصیحت صرف عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو ذکر کرنا انتہائی مناسب ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ .....الخ ﴾ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : فَإِذَا رَأَيْتِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولٰئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوهُمْ .)) [1]

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو تلاوت کیا: ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ ..... الخ ﴾ پھر فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے، وہی لوگ ہیں جو متشابہ آیات کی تاویل میں لگ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بچو۔''

اور بعض مفسرین ''راسخین فی العلم'' کے بارے میں آپ ﷺ کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں:

---

[1] صحيح بخاری، كتاب التفسير، رقم: ٤٥٤٧.

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ، فَقَالَ: مَنْ بَرَّتْ يَمِيْنُهٗ وَصَدَقَ لِسَانُهٗ وَاسْتَقَامَ قَلْبُهٗ، وَمَن عَفَّ بَطْنُهٗ وَفَرْجُهٗ فَذٰلِكَ مِنَ الرَّاسِخِيْنَ فِی الْعِلْمِ .)) [1]

''کہ رسول اللہ ﷺ سے ''راسخین فی العلم'' کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم کو پورا کرنے والے، سچی زبان والے، اپنے پیٹ کو (حرام کمائی سے) بچانے والے اور اپنی شرم گاہ کو (زنا سے) بچانے والے پس یہی لوگ ''راسخین فی العلم'' ہیں۔''



[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۳٤۷، در منثور: ۲/ ۷، تفسیر طبری: ۳/ ۱۲۳.

باب نمبر:۱۳

بیانِ حق اور کتمانِ علم

اسلام ہمیں ہر حالت میں حق گوئی کا حکم دیتا ہے، اور کسی بھی حالت میں حق سے انحراف کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآنِ حکیم نے تین قسم کے لوگوں کے علاوہ باقی تمام انسانوں کو خسارے کی گہرائیوں میں گرتا ہوا قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ ﴾ (العصر)

”زمانے کی قسم! بے شک انسان سراسر نقصان اور خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک عمل کیے، اور جنھوں نے آپس میں حق کی وصیت کی، اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ حق گوئی میں اعراض سے کام نہیں لیں گے، لیکن انھوں نے اس وعدے کی پاسداری نہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت ان الفاظ میں کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ○ ﴾ (آل عمران: ۱۸۷)

”اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اسے لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو پھر بھی انھوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا، اور اسے کم قیمت کے بدلے بیچ ڈالا، ان کا یہ سودا بہت برا ہے۔“

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''میثاق اس عہد کو کہتے ہیں جو بہت مؤکد اور بھاری ذمہ داری کا حامل ہو۔ یہ عہد اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے لیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا کی اور اسے علم سے نوازا، اس سے یہ عہد لیا کہ لوگ اس کے علم میں سے جس چیز کے محتاج ہوں، وہ ان کے سامنے بیان کرے، اور ان سے کوئی چیز نہ چھپائے اور نہ علم بیان کرنے میں بخل سے کام لے، خاص طور پر جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے یا کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے جو علمی راہنمائی کا متقاضی ہو، پس اس صورتِ حال میں ہر صاحب علم پر فرض ہے کہ وہ مسئلہ کو بیان کر کے حق اور باطل کو واضح کر دے۔ اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے، وہ اس ذمہ داری کو پوری طرح نبھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو علم ان کو عطا کیا ہے وہ اسے اللہ کی رضا کی خاطر لوگوں پر شفقت کی وجہ سے اور کتمانِ علم کے گناہ سے ڈرتے ہوئے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔'' ❶

کتمان علم کی سزا:

اللہ تعالیٰ نے کتمان علم کی سزا قرآنِ حکیم میں بایں الفاظ بیان کی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○ ﴾ (البقرة: ۱۷۴۔۱۷۵)

''بے شک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کو کم

---

❶ تفسیر سعدی، مترجم: ۴۵۹/۱.

قیمت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ہی انھیں پاک کرے گا، یہی لوگ ہیں کہ جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کو خرید لیا ہے۔''

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''کتمانِ حق کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ پیشہ ور قسم کے لوگ اس کے عوض کچھ نہ کچھ دنیوی مفاد اور مال و دولت حاصل کر لیتے ہیں، آیات کی تاویل یا فقہاء کے مختلف اقوال کو بنیاد بنا کر غلط فتویٰ دیتے ہیں، اس طرح ایک طرف تو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ان سے پیسے وصول کرتے ہیں اور لطف کی بات یہ کہ فتویٰ جتنا زیادہ غلط قسم کا ہو اتنے ہی ان کے دام زیادہ وصول کیے جاتے ہیں، یہ مال بلاشبہ حرام ہے۔ جو دوزخ کی ظاہری آگ کے علاوہ ان کے اندر بھی آگ لگا دے گا۔'' [1]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ﴾ (النحل: ۱۱۶۔۱۱۷)

''کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے، اور یہ حرام، تا کہ اللہ پر بہتان باندھ لو۔ بے شک اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔ انھیں بہت معمولی فائدہ پہنچتا ہے، اور ان کے لیے ہی دردناک عذاب ہے۔''

---

[1] تیسیر القرآن: ۱/ ۱۳۰

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ ءٰٓاللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (یونس: ۵۹۔ ۶۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حصہ حلال قرار دے دیا۔ آپ پوچھیں! کیا تمھیں اللہ نے اس کا حکم دیا تھا یا اللہ پر افترا باندھتے ہو، اور جو لوگ اللہ پر افترا باندھتے ہیں، ان کا قیامت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ واقعی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے، لیکن اکثر لوگ ناقدرے ہیں۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص سے علم کے بارہ میں سوال کیا گیا، اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کے بارے میں لاعلمی کی بنیاد پر بات کہنے کی حرمت:

اللہ تعالیٰ نے لاعلمی کی صورت میں اپنی طرف کسی بات کو منسوب کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۳۳)

---

[1] سنن ابن ماجة، مقدمه، رقم: ٢٦٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، پوشیدہ اور اعلانیہ فحاشی کو، اور ہر گناہ کی بات کو اور کسی پر ناحق ظلم کرنے کو، اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ، جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی۔ اور اس بات کو کہ تم اللہ کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرو، جس کا تمھیں علم ہی نہ ہو۔''

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السّعدی رحمہ اللہ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جو تم نہیں جانتے یعنی اس کے اسماء و صفات، افعال، اور اس کی شریعت کے بارے میں لاعلمی پر مبنی بات کہنا، ان تمام امور کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور بندوں کو ان میں مشغول ہونے سے روکا ہے، کیونکہ یہ امور مفاسد عامہ اور مفاسد خاصہ پر مشتمل ہیں اور یہ امور ظلم و تعدی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی جناب میں جسارت و جرأت کے موجب، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر دست درازی اور اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت میں تغیر و تحریف کا باعث ہیں۔''[1]

ایک اور جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الانفال: ۲۷)

''اے ایمان والو! تم علم رکھنے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کے حق میں خیانت مت کرو، اور نہ ہی تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔''

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر رحمہ اللہ اس آیت کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس نے اوامر و نواہی کی جو

---

[1] تفسیر السعدي، مترجم: ۸٦٩/۱

امانت ان کے سپرد کی ہے وہ اسے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی، تو وہ ڈر گئے اور انھوں نے اس امانت کا بوجھ اُٹھانے سے انکار کردیا، اور انسان نے اس بوجھ کو اُٹھالیا، کیونکہ وہ نہایت ظالم اور نادان ہے۔ پس جو کوئی امانت ادا کرتا ہے، وہ بے پایاں ثواب کا مستحق بن جاتا ہے، اور جو کوئی یہ امانت ادا نہیں کرتا تو سخت عذاب اُس کے حصے میں آتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی طرف لاعلمی میں کوئی بات منسوب کرنے کی سزا:

جو شخص لاعلمی میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کوئی بات منسوب کردیتا ہے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ چنانچہ اُمیر المؤمنین، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسولِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ .)) [1]

''مجھ پر جھوٹ مت بولو، پس جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''



[1] صحیح مسلم، مقدمه، رقم: ٢.

باب نمبر:۱۴

لاعلمی اور گمراہی

جس طرح علم اور صراطِ مستقیم کا آپس میں گہرا تعلق ہے، ایسے ہی لاعلمی اور گمراہی بھی لازم وملزوم ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ﴾ (الروم: ۲۹)

”اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم تو بغیر علم کے خواہش پرستی کر رہے ہیں، اسے کون راہ دکھائے جسے اللہ گمراہ کردے، اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔“

ایک جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الروم: ۵۹)

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے یوں ہی مہر لگا دیتا ہے۔“

ایک حدیث شریف میں آتا ہے:

”قربِ قیامت علم اٹھ جائے گا، پھر لوگ ایسے لوگوں سے مسائل پوچھیں گے جو ان کو نہیں جانتے ہوں گے، اور وہ لوگ لاعلمی کی حالت میں خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔“ [1]



[1] صحیح مسلم، کتاب العلم، رقم: ٦٧٩٦.

باب نمبر: ۱۵

علم اور یقین

جب علم میں یقین کی کیفیت پیدا ہو جائے، تو یہ انسان کے مومن ہونے کی دلیل ہے، سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اَلْيَقِيْنُ الْإِيْمَانُ كُلُّهُ .)) [1]

"یقین پورا ایمان ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اگر یقینی علم انسان کے دل کو چھو لے، تو وہ دنیا کی حرص و ہوس میں نہیں پڑتا، بلکہ زہد و تقویٰ اور عمل صالح والی زندگی کو اپناتا ہے، اور اس کی یہ دنیا طلبی بعث بعد الموت اور آخرت پر عدم ایمان کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ﴾ (التکاثر: ۱۔۷)

"لوگو! تمھیں کثرت کی چاہت نے اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ گئے۔ ہرگز نہیں! تم عنقریب جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لو گے، ہرگز نہیں، اگر تم علم یقینی کے طور پر جان لیتے (تو تم کثرت کی چاہت میں نہ پڑتے، ہماری عزت و جلال کی قسم!) تم جہنم کو یقیناً دیکھو گے۔ پھر تم جہنم کو بالکل یقینی طور پر دیکھ لو گے۔"



---

[1] صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بنی الاسلام علی خمس.

باب نمبر:۱۶

اہل علم اور سرکشی

جہاں اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی بہت ساری صفات کو بیان کیا ہے، وہاں ان کی ایک ایسی کمزوری کو نقل کیا ہے، جس کا انکار کرنا ناممکن ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۹)

"بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے، اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد اپنی سرکشی اور حسد کی بناء پر ہی آپس میں اختلاف کیا ہے۔ اور جو کوئی اللہ کی آیتوں کا کفر کرے گا، اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کا حساب لینے والا ہے۔"

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

((عَنْ عَوْنٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ: صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا، وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزْدَادُ رِضًا لِلرَّحْمَانِ، وَأَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَزْدَادُ فِي الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَءَ عَبْدُ اللّٰهِ: كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى قَالَ: وَقَالَ الْاٰخَرُ: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ.))

"عون سے روایت ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو حریص ایسے ہیں جو سیراب نہیں ہوتے۔ (۱) صاحب علم۔ (۲) اور صاحب دنیا۔ لیکن یہ دونوں اپنی حرص میں برابر نہیں ہیں۔ صاحب علم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں

زیادہ ہوتا ہے، اور صاحب دنیا سرکشی میں زیادہ ہوتا ہے۔ پھر سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: تحقیق آدمی سرکشی کرتا ہے، اس لیے کہ اپنے آپ کو بے پرواہ خیال کرتا ہے۔ عون کہتے ہیں کہ آپ نے دوسرے (اہل علم) کے بارے میں یہ آیت پڑھی:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾

''اللہ کے بندوں میں سے اس سے علماء (ہی) ڈرتے ہیں۔''



باب نمبر: ۱۷

علم اور شکر

ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے ابتدائی مراحل، اور اس کے بعد کے مراحل کو ذکر کیا ہے، اور اس کے ساتھ ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو حصول علم کا ذریعہ ہیں، اور آخر میں فرمایا ہے: ﴿ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''تا کہ تم شکر کرو۔''

گویا کہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں عدم سے وجود بخشا، اور پھر وہی ذات ہے کہ جس نے تمھیں علم حاصل کرنے کی صلاحیت بخشی، اب حصول علم کے بعد تم پر میرا شکر لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾

(النحل: ۷۸)

''اللہ تعالیٰ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اسی نے تمھارے کان، آنکھیں اور دل بنایا تا کہ تم شکر گزاری کرو۔''



باب نمبر: ۱۸

علم، اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی

ایک دل میں اللہ کی نافرمانی اور علم جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ علم تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جبکہ نافرمانی غضب الٰہی کا موجب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴾ (الاحزاب: ۳۶)

"اور کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی معاملے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو شخص بھی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کے پاس علم بھی ہو، لیکن اللہ کی نافرمانی بھی کرتا ہو، تو یہ بات اس کی شایانِ شان نہیں ہے اور اسی وجہ سے ایک نہ ایک دن اس نعمت کے چھن جانے کا بھی خدشہ اور آخرت میں سب سے زیادہ عذاب کا بھی اندیشہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝﴾ (ابراھیم: ۷)

"اور تمہارے رب نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ اگر تم میرا شکر کرو گے، تو میں تمھیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر میری ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ ﴾ (طٰهٰ: ١٢٤)

”اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا، تو اس کی معیشت تنگ ہو جائے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔“

اس وقت انسان سوال کرے گا:

﴿ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ ﴾ (طٰهٰ: ١٢٥)

”وہ کہے گا: میرے رب! میں دنیا میں دیکھا کرتا تھا تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا ہے۔“

تو اللہ کی طرف سے جواب ہوگا:

﴿ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○ وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ○ ﴾ (طٰهٰ: ١٢٦ـ١٢٧)

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے سامنے بھی اسی طرح ہی ہماری آیات آتی تھیں، لیکن تو انھیں بھلا دیا کرتا تھا، لہٰذا آج تجھے بھی بھلا دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح ہم اس شخص کو سزا دیں گے جو (نافرمانی میں) حد سے بڑھ گیا، اور وہ اپنے رب کی آیات پر ایمان بھی نہ لایا۔ اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“



باب نمبر: ۱۹

علم اور یومِ آخرت

روزِ قیامت جہاں اور تمام اعمال کے متعلق سوال ہوگا، وہاں علم کے بارے میں بھی سوال ہوگا، چنانچہ سیّدنا ابواسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ.)) [1]

"قیامت کے دن کسی بندے کے قدم (پانچ چیزوں کے بارے میں) سوال کیے بغیر نہیں اٹھ سکیں گے یعنی بارگاہِ الٰہی سے جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟

(۲) اس کے علم کے متعلق کہ اس نے علم کو کیسے استعمال کیا۔ (لڑائی جھگڑوں کے لیے، شہرت کے لیے یا اللہ کی رضا کے لیے)

(۳) اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے اس کو کہاں سے کمایا۔

(۴) اور کہاں خرچ کیا۔

(۵) اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا۔"

شہنشاہِ دو جہاں، اللہ ربّ العزت روزِ قیامت جب مخلوقات کا حساب لینے کے لیے فارغ ہوگا، تو ساری مخلوقات اس کے سامنے اس کے جلال و عظمت اور کبریائی سے ایسی

---

[1] سنن ترمذی، باب فی القیامة، رقم: ۲٤۱۷، سلسلة الصحیحة: ۹٤٦.

مرعوب ہوگی کہ کسی کو اس کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوگی، موت کے بعد صرف وہی لوگ دوسروں کی سفارش کی خاطر اللہ عزوجل سے بات کریں گے، جنھیں وہ جبار اور قہار بات کرنے کا اذن بخشے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ﴾ (النبا: ۳۸)

''اس (قیامت کے) دن روح الامین (جبرائیل علیہ السلام) اور دیگر فرشتے (بھی) صفوں میں کھڑے ہوں گے، رحمان کی اجازت کے بغیر کوئی بھی کلام نہیں کر سکے گا، اور (جس کو وہ اجازت دے گا) وہ صاف صاف بات کرے گا۔''



باب نمبر: ۲۰

علم اور دعوتِ الی اللہ

قارئین کرام! ہم گزشتہ صفحات میں مختلف ابواب میں علم سے مطابقت کے بارے میں جان چکے ہیں، لیکن اس باب میں ہم اس سے متعلقہ ایک ایسی چیز کے بارے میں پڑھیں گے جس کی اہمیت گزشتہ تمام متعلقات سے بڑھ کر ہے، بلکہ گزشتہ ابواب میں ذکر کی جانے والی تمام چیزیں اس کے تابع نظر آتی ہیں۔

جیسا کہ اس باب کے نام سے ظاہر ہے۔ اس باب میں ہم علم اور اس کی تبلیغ کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں جاننے کی کوشش کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

"اے نبی ﷺ! آپ اعلان کر دیجیے، میری یہی راہ ہے، میں اور میرے فرمانبردار پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ ﴾

(حٰمٓ السجدة: ۳۳، ۳۴)

"اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے، جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام

کرے، اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو جائے گا کہ وہ دوست ہے نہایت گہرا۔"

لوگوں کو قرآن وسنت کے فہم اور صحابہ کرام کے منہج پر دعوت دین دینے میں اللہ کی رضا ہے، اور اسی کی دعوت سلف صالحین نے دی۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:

﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ ﴾ (ابراهیم: ۵۲)

"یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعے سے وہ ہوشیار کر دیے جائیں، اور بخوبی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل مند لوگ سوچ سمجھ لیں۔"

مندرجہ بالا آیات میں دعوتِ الی اللہ کی اہمیت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور سوالیہ انداز اپنا کر اس کی اہمیت کو اور اجاگر کر دیا گیا ہے۔

اور مشہور قاعدہ ہے کہ کلام میں استفہامی، سوالیہ انداز کسی بھی شئے کی رفعت شان کے لیے آتا ہے۔

دعوتِ الی اللہ کی خاطر مصائب و آلام برداشت کرنا:

قارئین کرام! گزشتہ آیات کریمہ میں جہاں دعوتِ الی اللہ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، وہاں اس راستے پر چلنے والے کے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ ﴾

(حٰمٓ السجده: ۳۵-۳۶)

''اور یہ بات انھیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں، اور اسے سوائے بڑے نصیب والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔ اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرو، یقیناً وہ بہت ہی سننے والا ہے۔''

ان آیاتِ کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر، مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کرتے ہیں:

((اَمَرَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِا الصَّبْرِ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْحِلْمِ عِنْدَ الْجَهْلِ وَالْعَفْوِ عِنْدَ الْاَسَاءَةِ وَخَضعَ لَهُمْ عَدُوَّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ)) [1]

''یعنی اللہ تعالیٰ مؤمنین کو غصے کے وقت صبر، لاعلمی میں بردباری اور بدسلوکی کیے جانے پر معافی کا حکم دیتا ہے۔ اور (ان اوصاف کے نتیجے میں) ان کے دشمن کو ان کے سامنے ایسے جھکا دے گا جیسے کہ دلی دوست۔''

ظاہر بات ہے کہ اس راستے پر چلنے والے کو مختلف راہوں سے گذرنا پڑتا ہے، جیسا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اور وہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے پہلی وحی آنے کے بعد گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے۔ تو ربّ العالمین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے واضح الفاظ میں یوں مخاطب کیا تھا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۗ ﴾

(المدثر: ١-٧)

''اے چادر اوڑھنے والے! کھڑے ہو جا، پس (لوگوں کو) ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اپنے کپڑوں کو پاک رکھ، اور ناپاکی سے دور رہ، اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر، اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر۔''

---

[1] المصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير، ص: ١٢٢٤، دار السلام۔ ط، ثاني.

داعی الی اللہ کے اوصاف:

قارئین کرام! ان مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ پر غور کیا جائے، تو داعی دین کے کچھ اوصاف معلوم ہوتے ہیں جو ذیل کی سطور میں قدرے تفصیل کے ساتھ سپردِ قرطاس کیے دیتے ہیں۔

(۱) دعوتِ دین کے لیے کمربستہ ہو جانا:

دعوتِ دین کے لیے کسی بھی قسم کے سمجھوتے اور دباؤ کو نہ صرف نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ اس کا ہر ممکن منہ توڑ جواب دیا جائے۔ جیسا کہ (سورۂ مدثر) کی پہلی تین آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

﴿ يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ ﴾

''اے چادر اوڑھنے والے! آپ کھڑے ہو جائیں اور لوگوں کو (ان کے رب سے) ڈرائیں، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔''

لوگوں کو ڈرائیں، کس چیز سے ڈرائیں؟ کس انداز سے ڈرائیں؟ کیا ان سے اس معاملے میں کوئی سمجھوتہ (یا ڈیلنگ) بھی ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو اپنی باتیں منوانے کے لیے ان کے بعض نظریات کو بھی تسلیم کر لیا جائے؟ نہیں! نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ ربّ کائنات تو پہلے دن سے آپ کی تربیت یوں کرتے ہیں:

﴿ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ ﴾

''کہ آپ لوگوں کو ڈرائیں اور اپنے رب کی تکبیرات کی صدائیں بلند کریں۔''

یعنی ان کو بتوں کی پوجا پاٹ کے نتیجے میں ملنے والے عذابِ الٰہی سے ڈرائیں، ان کو لات و عزیٰ کی عبادت کے نتیجے میں رحمان کی دوری سے ڈرائیں، اور اس انداز سے ڈرائیں کہ اتنا کچھ کہنے اور سمجھانے کے باوجود لات و عزیٰ کی عبادت کو ترک نہ کرنے والوں کے دلوں میں بھی رب کی کبریائی کی دھاک بیٹھ جائے، اور کفر کے ایوانوں میں بھی (اللہ اکبر) کی صدائیں گونج اٹھیں، تاکہ اگر وہ توحید باری تعالیٰ کو تسلیم نہ بھی کریں تو کم از کم ان کے دلوں

میں اہل توحید کا رعب و دبدبہ ضرور بیٹھ جائے۔

﴿ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ ﴾

''اور اپنے رب کی تکبیریں بلند کریں۔''

یعنی آپ کی تکبیر کی صداؤں میں اس قدر جذبہ ایمانی پیدا ہونا چاہیے کہ ان کے کانوں میں اللہ اکبر کی آواز پہنچتے ہی ان کے کفر سے لبریز دماغوں اور دلوں پر لرزہ طاری ہو جائے۔

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ ﴾

''اپنے کپڑوں کو پاک وصاف رکھیں۔''

﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ ﴾

''اور ناپاکی سے دور ہو جائیے۔''

ان دونوں مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں واضح طور پر جبکہ آپ ﷺ دعوت الی اللہ کے ابھی ابتدائی مراحل میں قدم رکھنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک داعی کے اندر پائے جانے والے انتہائی اہم اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔

(۱) لباس کی صفائی (۲) ناپاکی سے اجتناب

نوٹ:...... اکثر مفسرین نے ﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ سے بتوں کی پوجا سے اجتناب مراد لیا ہے۔ [1] اور بعض نے اس سے ربّ العالمین کی معصیت اور نافرمانی سے اجتناب بھی مراد لیا ہے۔ [2]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ ان دونوں معانی کو بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

((وَعَلٰى كُلِّ تَقْدِيْرٍ فَلَا يَلْزَمُ تَلَبُّسُهُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ كَقَوْلِهِ

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ج: ٤٤١/٤، نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام از نواب صدیق حسن خان قنوجی، ص: ٣٤٦، طبع نعمانی کتب خانه، لاهور.

[2] تفسیر ابن کثیر، ج: ٤، ص: ٤٤١.

تَعَالٰی ﴿ يٰٓـاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ﴾

[الأحزاب : ١] .))

''یعنی ان دونوں میں سے کسی بھی معنیٰ کو مراد لیا جائے، تو اس سے کوئی التباس واقع نہیں ہوتا (کیونکہ بتوں کی پوجا بھی تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہی ہے۔ جیسے فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈریئے، اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کیجیے۔''

مندرجہ بالا توضیحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دعوتِ دین کے لیے کھڑا کرنے سے پہلے جو آپ کی تربیت فرمائی، وہ دو چیزوں پر مشتمل تھی۔

(۱) ظاہری صفائی۔ (۲) باطنی صفائی۔

(۱) ظاہری صفائی:...... ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ سے مراد ہر قسم کی ظاہری صفائی مراد ہے۔ اس کا تعلق لباس سے ہو یا جسم سے۔ ❶

(۲) باطنی صفائی:...... سے مراد باطنی طور پر عقائد و اعمال کی صفائی مراد ہے۔ جس کی وضاحت پیچھے گذر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

مبلغین، واعظین کے لیے لمحہ فکریہ!

اس موقع پر ہم یہ وضاحت کر دینا انتہائی ضروری سمجھتے ہیں کہ مبلغین اور واعظین حضرات جو منبر و محراب کے وارث ہیں ان کو اس عظیم منصب پر فائز ہونے سے پہلے مندرجہ بالا دونوں اوصاف کا حامل ہونا چاہیے، کیونکہ اگر وہ خود ان صفات کے حامل ہوں گے تو لوگوں کی تربیت بھی درست انداز سے کر سکیں گے، اور اس صورت میں کم از کم ظاہری یا باطنی اعتبار سے ان کی ذات پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکے گا، جس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ان

---

❶ نيل المرام من تفسير آيات الاحكام (٣٤٦) طبع مكتبه نعمانيه، تفسير ابن كثير، ج: ٤/ ٤٤١، ملخصاً.

کی شخصیات باکردار بن جائیں گی، جس کا اثر ماحول کی ظلمتوں کے اندر روشنی کی امید بن کر آئے گا۔ اس طرح سے ناممکن بھی اللہ کی توفیق سے ممکن بنتا چلا جائے گا، اور اللہ ربّ العزت مخالفین کے دلوں کے اندر ان کی محبت کو ڈال دیں گے۔

اس کے برعکس اگر ایک واعظ اور مبلغ کے قول وفعل میں تضاد ہوگا، تو اس سے بیگانے تو دور کی بات، اپنے بھی متنفر ہو جائیں گے۔ اگر قوم کو صحیح اسلامی عقیدے کا سبق دینے والے کا اپنا ہی عقیدہ درست نہیں ہوگا، تو وہ دوسروں کے غلط عقائد کی اصلاح کس طرح کر سکے گا؟

یہ تو تھیں چند گذارشات مبلغین و واعظین کی تربیت کے اعتبار سے۔ اب ہم عالم اور داعی الی اللہ کے چند ایک فضائل قرآن وسنت کی روشنی میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

مندرجہ ذیل آیت مبارکہ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اُس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو لوگوں کو صرف معبودِ برحق کی طرف بلاتا ہے، اور توحید خالص اور قرآن وسنت کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِی مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ٥ ﴾ (حٰمٓ السجدہ: ۳۳)

"اور اس آدمی سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے، جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ بے شک میں مسلمان ہوں۔"

(۲) جو شخص داعی الی اللہ ہو، وہ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کا مستحق ٹھہرتا ہے:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً ا سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَبَلَّغَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَحْفَظُ مِنْ سَامِعٍ .)) [1]

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی پھر اس کو دوسروں

---

[1] سنن ابن ماجه، باب اتباع سنة رسول صلى الله عليه وسلم: ۲۳۲. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

تک پہنچایا۔ بہت سے لوگ جنھیں حدیث پہنچتی ہے وہ براہِ راست سننے والوں سے بھی زیادہ یادر کھتے ہیں۔"

(۳) سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کے لیے اتنا ہی ثواب ہے، جتنا کہ اس پر عمل کرنے والوں کا ہے۔ ان میں سے کسی کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوتی، اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی اس پر اتنا گناہ ہوگا جتنا اس (برائی) پر عمل کرنے والوں کو ہوتا ہے۔ اور ان میں سے کسی کے گناہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔" [1]



[1] صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ او سیئۃ، ومن دعا الی ھدای أو ضلالۃ، رقم: ٦٨٠٤۔

باب نمبر:۲۱

علم اور دین کی سمجھ بوجھ

علم حاصل کرنا اور اس کے بعد دین کی سمجھ حاصل کرنا بہت ہی عظیم عمل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ (التوبة: ۱۲۲)

"مسلمانوں کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ سب کے سب ہی نکل کھڑے ہوں۔ ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے، تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں، اور تاکہ یہ لوگ جب اپنی قوم کے پاس آئیں تو انھیں ڈرائیں، تاکہ وہ برے کاموں سے ڈر جائیں۔"

دین کی سمجھ اور فہم وفراست اللہ ربّ العزت کی طرف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (البقرة: ۲۶۹)

"(اللہ تعالیٰ) جسے چاہتا ہے حکمت و دانائی عطا فرما دیتا ہے، اور جسے حکمت عطا کر دی گئی اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی۔ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے، مگر عقل والے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

((لَيْسَتْ بِالنُّبُوَّةِ، وَلٰكِنَّهُ الْعِلْمُ، وَالْفِقْهُ، وَالْقُرْآنُ.)) [1]

''یعنی (اس مقام پر) حکمت نبوت کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ تحصیل علم، تفقہ فی الدین اور تعلم قرآن کے ساتھ عام ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

((قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّهُ لَيَقَعُ فِيْ قَلْبِيْ إِنَّ الْحِكْمَةَ هُوَ الْفِقْهُ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وَأَمْرٌ يُدْخِلُهُ اللّٰهُ فِي الْقُلُوْبِ مِنْ رَحْمَتِهٖ، وَنَفْسِهٖ، وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ إِنَّكَ تَجِدُ الرَّجُلَ عَاقِلًا فِي أَمْرِ الدُّنْيَا إِذَا نَظَرَ فِيْهَا وَتَجِدُ آخَرَ ضَعِيفًا فِيْ أَمْرِ دُنْيَاهُ، عَالِمًا بِأَمْرِ دِيْنِهٖ، بَصِيْرٌ بِهٖ، يُؤْتِيْهِ اللّٰهُ أَيَّاهُ وَيَحْرِمُهُ هٰذَا، فَالْحِكْمَةُ الْفِقْهُ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ)) [2]

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات یقینی طور پر میرے دل میں جاگزیں ہوچکی ہے کہ حکمت سے مراد اللہ کے دین کی سمجھ اور ایسا معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے دلوں میں الہام فرمادیتے ہیں، اور اس کی مثال کہ جس سے اس کی مزید وضاحت ہوجاتی ہے یہ ہے کہ آدمی کبھی دنیاوی معاملات میں جب دلچسپی لینے والا ہوتو بڑا عقل مند ثابت ہوتا ہے، لیکن (اس کے مقابلے) میں ایک دوسرا آدمی دنیاوی معاملات میں تو کمزور ہے، لیکن دینی معاملات میں انتہائی علم و بصیرت رکھنے والا ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اسی کو عطا کی ہے۔ جبکہ اوّل الذکر اس سے محروم ہے، پس حکمت سے مراد اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرنا ہے۔''

اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ

[1] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۲۲.

[2] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۲۲.

يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ .)) [1]

"اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے، اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا، انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آ جائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے گا)۔"

علم اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں جہاں اوامر و نواہی کا تذکرہ کیا ہے، وہاں سابقہ انبیاء علیہم السلام و امم کے واقعات بھی تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ ان ہی انبیاء علیہم السلام میں سے ایک واقعہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے "سورۃ الکہف" میں قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اور یہی واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح الجامع" کے اندر مکمل تفصیل سے بیان کیا ہے۔ واقعہ کے الفاظ صحیح بخاری میں یوں مرقوم ہیں:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ خَضِرٌ ، فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لُقِيِّهِ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، جَاءَهُ رَجُلٌ ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟

---

[1] صحيح بخاري، كتاب العلم، رقم: ٧١.

قَالَ مُوسَى: لَا ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسٰى: بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ ، فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ ، فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً وَقِيلَ لَهُ ، إِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ ، وَكَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ ، فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ ﴿ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ ۚ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ﴾

﴿ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴾ فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِي قَصَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی حر بن قیس بن حصن فزاری کے ساتھ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں بحث ہوئی۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ خضر تھے (اسی اثناء میں) ان کے پاس سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما انھیں بلا کر کہنے لگے کہ میں اور میرے یہ رفیق سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے متعلق بحث کر رہے ہیں کہ جس سے انھوں نے ملاقات کا ارادہ کیا تھا۔ کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟

سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ایک دن سیّدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا کہ آپ (دنیا میں) کسی ایسے آدمی کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑھ کر عالم ہو؟ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں! اس پر

---

[1] صحیح بخاري، کتاب العلم، رقم: ٧٤.

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں! ہمارا بندہ خضر ہے جس کا علم تم سے زیادہ ہے۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دریافت کیا کہ سیّدنا خضر علیہ السلام سے ملنے کی کیا صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو ان سے ملنے کی علامت قرار دیا اور ان سے کہا کہ جہاں یہ مچھلی تم سے گم ہو جائے تو (ادھر کو) لوٹ جاؤ، تب سیّدنا خضر علیہ السلام سے تمہاری ملاقات ہوگی، چنانچہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام (چلے اور) دریا میں مچھلی کی علامت تلاش کرتے رہے، تو اس وقت ان کے ساتھی نے کہا، کہ کیا آپ نے دیکھا تھا جب ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے وہیں میں مچھلی بھول گیا تھا، دراصل شیطان ہی نے مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اسی مقام کی ہمیں تلاش تھی تب وہ اپنے نشانات قدم پر (پچھلے پاؤں) باتیں کرتے ہوئے لوٹے (وہاں) انھوں نے سیّدنا خضر علیہ السلام کو پایا پھر ان کا وہی قصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔''

اس روایت میں واقعہ کو بالکل اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم اور دیگر احادیث نبویہ میں یہ واقعہ بالتفصیل بھی موجود ہے۔ جن کا تذکرہ یہاں پر مقصود نہیں۔

بہر حال اس روایت سے ہمیں مندرجہ ذیل باتیں بطورِ نصیحت معلوم ہوتی ہیں:

(۱) انسان کو کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا عالم نہیں سمجھنا چاہیے، اگرچہ اس کا مرتبہ کس قدر عالی ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ہر حال میں عاجزی وانکساری کا اظہار کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اگر دنیا میں اس سے بڑا عالم نہیں ہے تو اللہ رب العزت جو دنیا کے تمام معاملات کو چلا رہے ہیں وہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ ﴾ (یوسف : ۷٦)

"اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والی ذات (اللہ تعالیٰ) ہے۔"

(۲) اگر انسان سے یہ غلطی سرزد ہو جائے، تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(۳) علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا خواہ راستہ کتنا ہی کٹھن اور دشوار گزار ہو۔ واللہ اعلم



باب نمبر: ۲۲

علم کے اُٹھ جانے پر فتنوں کا ظاہر ہونا

جب تک علم رہتا ہے فتنے ظاہر نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ قربِ قیامت جب علم اُٹھ جائے گا، تو فتنے ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ چنانچہ امام سالم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ؛

((سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ، وَالْفِتَنُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا الْهَرْجُ؟ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ، فَحَرَّفَهَا كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ .)) [1]

"میں نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا کہ (ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب) علم اٹھالیا جائے گا، جہالت اور فتنے عام ہو جائیں گے، اور "ہرج" بڑھ جائے گا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! "ہرج" سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ فرمایا: گویا کہ آپ نے اس سے قتل مراد لیا۔"

اس بارے میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول قارئین کے استفادہ کے لیے تحریر کر دیتے ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا، فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوْبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ، وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوْهُمْ

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من اجاب الفتیا، رقم: ۸۵.

عَلٰی اٰثَرِهِمْ، وَتَمَسَّكُوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ .)) ❶

"جو شخص (نبی اکرم ﷺ کے علاوہ) کسی اور کا طریقہ کار اختیار کرنا چاہتا ہے، اسے ان لوگوں کا راستہ اختیار کرنا چاہیے جو وفات پاچکے ہیں، کیونکہ زندہ لوگوں پر فتنوں سے امان نہیں ہے (ان فوت شدگان سے مراد) نبی اکرم ﷺ کے صحابہ تھے جو اس امت کے افضل ترین، سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ مضبوط علم والے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے، جنھیں اللہ ربّ العزت نے اپنے نبی کی رفاقت کے لیے، اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چنا تھا، پس تم ان کی فضیلت کو خوب پہچان لو، ان کے آثار (طریقے) کی اتباع کرو اور بقدر استطاعت ان کے اخلاق وسیرت کو اپنالو، کیونکہ وہ لوگ راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر تھے۔"

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول اور گزشتہ روایت دونوں کو ملا کر اگر غور کیا جائے، تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اہل علم کی موجودگی میں فتنوں کا خدشہ کم ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس علماء کرام کی عدم موجودگی میں گمراہی کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں فتنے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا ، اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا ، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا))❷

---

❶ مشكوٰة المصابيح: ١ / ٥٤ ـ طبع، شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، بيروت.

❷ صحيح مسلم، كتاب العلم، رقم: ٦٧٩٦.

''اللہ رب العزت علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ اسے لوگوں (کے سینوں) سے اچک لیں، بلکہ علم کو اس طرح اٹھائیں گے کہ علماء کرام کو فوت کردیں گے، حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہل لوگوں کو بڑا سمجھیں گے، تو جب ان سے لوگ (کسی دینی معاملے میں) سوال کریں گے، تو وہ لوگ لاعلمی کی حالت میں فتویٰ دیں گے، جس کے نتیجے میں وہ خود بھی گمراہ ہوں گے، اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

اس روایت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ فتنوں کا ظہور علم کی عدم موجودگی میں ہوگا، جس کے نتیجے میں لوگ دینی مسائل پوچھنے کے لیے ایسے لوگوں کی طرف رجوع کریں گے، جن کو ان مسائل کے بارے میں علم ہی نہیں ہوگا۔ تو وہ لوگ لاعلمی کی وجہ ان مسائل کے صحیح جواب دینے کی بجائے اپنی رائے کی روشنی میں جواب دیں گے جو کہ گمراہی کا باعث ہے، جس کے نتیجے میں فتنوں کا ظہور لازم آتا ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان عالی شان آپ کی نظر کررہے ہیں۔

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللّٰهِ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ.)) [1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو تھامے رکھو گے، گمراہ نہیں ہوگے (وہ چیزیں) اللہ کی کتاب (قرآنِ مجید) اور اس کے نبی کی سنت (حدیث رسول اللہ ﷺ) ہے۔

اس روایت سے مزید وضاحت ہوجاتی ہے کہ مسلمان جب تک کتاب وسنت کو اپنا عملی

---

[1] الموطا، كتاب القدر، باب النهى عن القول بالقدر، رقم: ۳، سلسلة الصحيحة: ۱۷٦۱.

جامہ بنائے رکھیں گے، اس وقت تک گمراہ نہیں ہوں گے، لیکن جونہی کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی تیسری چیز کی تلاش میں نکلیں گے، تو گمراہی ان کا مقدر بن جائے گی، جو کہ ابتلاء وفتن کی باعث ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ
وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بِكَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ



باب نمبر:۲۳

علم اور تدوینِ علم

ہماری اس کتاب میں علم سے مراد ''قرآن وحدیث'' کا علم ہے۔ چونکہ منکرین حدیث کی طرف سے انکارِ حدیث کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حدیث کی تدوین کا رواج عہد صحابہ میں نہ تھا، جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے لوگوں نے ان میں اپنی آراء کو شامل کردیا تھا، لہٰذا ہم ہر اس روایت کا انکار کرتے ہیں جو مفہوم قرآنی کے خلاف ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس اعتراض کے ابطال میں چند ایک دلائل کو ہدیہ قارئین کیا جائے، تا کہ لوگ ان کے باطل نظریات اور سطحی افکار سے بچ سکیں۔

(۱) جلیل القدر صحابیٔ رسول سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ، فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ .)) [1]

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی بھی حدیث بیان کرنے والا نہیں تھا۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ (حدیث) لکھ لیا کرتے تھے، جبکہ میں لکھا نہیں کرتا تھا۔''

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

منکرین حدیث کی طرف سے یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس روایت سے تو صرف سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حدیث لکھنے کی وضاحت ہوتی ہے، جبکہ روایت تو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی بیان کرتے ہیں۔

---

[1] صحيح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۱۱۳.

تو اس کا جواب یہ ہے: ان کا نام انھوں نے کثرتِ روایت کی بناء پر لیا ہے۔ جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث لکھنے کے شواہد موجود ہیں۔

(۲) امام شعبی رحمہ اللہ ابو جحیفہ سے بیان فرماتے ہیں:

((قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لا ، إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ ، أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ ، قَالَ: قُلْتُ: فَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ .)) [1]

''میں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں، مگر اللہ کی کتاب، قرآن ہے، یا پھر وہ فہم ہے جو ایک مسلمان کو عطا کیا ہوتا ہے۔ یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس صحیفے میں کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ (اس صحیفے میں) دیت (مقتول کے ورثاء کو قاتل کی طرف سے خون بہا ادا کرنا) اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے۔ اور یہ حکم کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔''

اس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ عہد صحابہ میں حدیث لکھنے کا رواج موجود تو تھا، البتہ تدوین کا سلسلہ نہیں تھا۔ اس سلسلے میں بین ثبوت یہ بھی ہے: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد ہمام بن منبہ رحمہ اللہ کو احادیث لکھوائیں تھیں، جو اللہ کے فضل سے (صحیفہ ہمام بن منبہ رحمہ اللہ کے نام سے) آج بھی مطبوعہ صورت میں موجود ہے۔ جس کا اُردو ترجمہ اور شرح ''انصار السنۃ پبلی کیشنز'' کی طرف سے مارکیٹ میں آنے والا ہے۔ (ولله المنة وله الثناء الحسن)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۱۱۱.

(۳) خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ابوبکر بن حزم کے نام خط!

صحیح بخاری کتاب العلم میں امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ؛

((وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ: أُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاكْتُبْهُ، فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ، وَلَا تَقْبَلْ إِلَّا حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ، وَلْيَجْلِسُوا حَتَّى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ، حَتَّى يَكُونَ سِرًّا.)) [1]

"خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابوبکر بن حزم کو خط لکھا کہ تمہارے پاس رسولِ اکرم ﷺ کی جتنی بھی حدیثیں ہوں، ان پر نظر (غور وفکر کرو) اور انھیں لکھ لو کیونکہ مجھے علم دین اور علماء دین کے مٹنے کا اندیشہ ہے۔ اور رسولِ معظم ﷺ کے علاوہ کسی کی حدیث قبول نہ کرو، اور لوگوں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جمع کریں) بیٹھیں، تاکہ جاہل بھی (علم کے بارے میں) جان لے، اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔"



[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، باب نمبر: ٣٤.

باب نمبر:۲۴

علم اور جنت کا راستہ

طالب علم کے فضائل کے بارے میں قرآن وسنت میں بہت ساری نصوص وارد ہوئی ہیں، جن سے طلب علم کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض احادیث میں طالب علم کو (نیت خالص ہونے کی بناء پر) جنت کی بشارت بھی دی گئی ہے۔ یہاں پر ایسی ہی نصوص کو ذکر کرنا مقصود ہے۔

[۱] ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنَّهُ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهُ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ سَلَبْتُ كَرِيْمَتَه أَثْبَتُّهُ عَلَيْهِمَا الْجَنَّةَ، وَفَضْلٌ فِيْ عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ فَضْلٍ فِيْ عِبَادَةٍ وَمِلَاكُ الدِّيْنِ اَلْوَرَعُ.)) [1]

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستے میں چلا، تو میں اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردوں گا، اور جس کی میں دونوں آنکھیں لے لوں اس کو ان کے بدلے میں جنت عطا کروں گا۔ اور علم میں زیادتی عبادت میں زیادتی سے بہتر ہے، اور دین کی جڑ پرہیز گاری ہے۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول رب العالمین، محمد رسول اللہ ﷺ نے

[1] صحيح: شعب الإيمان، باب في المطاعم والمشارب، رقم: ٥٧٥١.

ارشاد فرمایا:

[۲] ((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ.)) [1]

"جو شخص کسی مسلمان سے دنیا کی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں کو دور کرے گا، اور جس نے تنگدست پر آسانی کی، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا فرمادے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ اور جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستے میں چلا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیں گے۔ اور جو لوگ بھی جمع ہو کر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے اور معانی بیان کرتے ہیں، ان پر (اللہ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے، اور رحمت ان پر ڈھلکتی ہے، اور

[1] صحيح مسلم، كتاب الدعوات، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن ......، رقم الحديث: ٦٨٥٣.

فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ان فرشتوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں، اور جس کا عمل تاخیر کرے اس کا نسب جلدی نہیں کرے گا۔ (یعنی اعمال میں سستی کرنے والے کو نسب کی وجہ سے نجات نہیں مل سکے گی۔)''



باب نمبر: ۲۵

علم بہترین صدقہ جاریہ ہے

جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اعمال کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، لیکن فرامین نبوی ﷺ میں بعض ایسے اعمال کا تذکرہ ملتا ہے، جن کے اجر وثواب کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ مکرم، سیّدنا الانبیاء والمرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ ، إِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهُ .)) [1]

”جب انسان فوت ہوجاتا ہے، تو تین قسم کے اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال (کے ثواب) کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ۔

(۲) (ورثہ) علم، جس سے بعد میں فائدہ اٹھایا جاتا ہو۔

(۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔“

ایک اور روایت میں اسی روایت کی وضاحت ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلِمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، أَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيْلِ

[1] صحيح مسلم، كتاب الوصية، رقم: ٤٢٣٣.

بَنَاهُ، اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ، اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِيْ صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ .)) [1]

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ اعمال اور نیکیاں جن کا اجر وثواب مومن آدمی کو اس کی وفات کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، یہ ہیں:
علم، جو اس نے سیکھا اور اس کی نشر واشاعت میں مصروف رہا، نیک اولاد جسے وہ چھوڑ کر گیا، (دینی) مصحف (کتاب) جو وراثت میں چھوڑ کر گیا، اس کی تعمیر کی ہوئی مسجد، اس کا تعمیر شدہ مسافر خانہ، ایسی نہر جو اس نے کھدوائی ہو اور وہ صدقہ جو اس نے اپنی زندگی میں حالت صحت میں (مرض الموت سے پہلے) اپنے (کمائے ہوئے حلال) مال سے نکالا ہو اس کا ثواب بھی وفات کے بعد ملتا رہے گا۔“

نوٹ:...... اس حدیث میں ”او مصحفًا ورّثه ...... یا اس کا وراثت میں چھوڑا ہوا حصہ“ سے آخر حدیث تک تمام صورتیں گزشتہ حدیث میں مذکور الفاظ: ”وَمِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ“ کی وضاحت کرتے ہیں۔

ربّ العالمین کا کس قدر عظیم احسان ہے کہ انسان تو اپنی قبر میں جا چکا ہے، لیکن اس کے اعمال نامے میں اجر وثواب مسلسل لکھا جا رہا ہے، اور مزید احسان یہ کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ جیسا کہ سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً ، فَلَهُ أَجْرُهَا ، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً ، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ .)) [2]

---

[1] سنن ابن ماجة، باب ثواب معلم الناس، رقم: ۲۴۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔
[2] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، رقم: ۲۳۵۱.

"جو اسلام میں کسی اچھے کام کی بنیاد رکھے گا تو اس کو اس کا اجر اور اس کے بعد عمل کرنے والے کا ثواب بھی ملے گا، اور ان (عمل کرنے والوں) کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح جو کسی برے کام کی بنیاد رکھے گا۔ اس کو اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ملتا رہے گا۔ اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔"

اسی طرح ایک اور روایت میں اس کی وضاحت یوں ملتی ہے:

((مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ .)) ❶

"جو بھلائی کی طرف کسی کی رہنمائی کرے گا، اس کو بھی اس (بھلائی کرنے والے) کے برابر ثواب ملے گا۔"

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ:

(۱) انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کے اجر و ثواب کا سلسلہ تین چیزوں کے علاوہ منقطع ہو جاتا ہے۔

(۲) اس کی وقف شدہ چیز کو استعمال کرنے والے کے برابر اس کو بھی اجر و ثواب ملتا رہتا ہے۔

(۳) اس چیز کو استعمال کرنے والے کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ بلکہ اللہ ربّ العزت اس کو یہ اجر و ثواب اپنے خاص فضل و رحمت سے عطا کرتے ہیں۔

ان تین چیزوں میں سے ایک علم ہے، جس کو انسان سیکھے پھر اسے پھیلائے تو جب تک اس کے پھیلائے ہوئے علم سے لوگ مستفید ہوتے رہیں گے، اس کو بھی اس کا برابر ثواب ملتا رہے گا، حالانکہ وہ آدمی خود تو قبر میں پڑا ہے، لیکن اس کے شاگرد، شاگردوں کے شاگرد اس وراثت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس کی تبلیغ میں مصروف ہیں یا اس پر عمل کر رہے ہیں، ان سب کا اجر اس کو برابر ملتا رہے گا۔

❶ صَحِيْحُ مُسْلِمٌ، كتاب الإمارة، رقم: ۱۸۹۳

غور کیجیے! کس قدر عظیم عمل ہے کہ آدمی عمل تو ایک ہی کرے، لیکن اس کو اجر سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، بلکہ کروڑوں کا مل رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل بے شمار ہیں، ان میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کے لوگ قیامت تک جو بھی نیک اعمال کرتے رہیں گے ان سب عمل کرنے والوں کے برابر ثواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ملتا رہے گا، جنھوں نے اس علم کی امانت کو نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیا اور پھر اس کو آگے امت کے لوگوں تک پہنچادیا۔ اشاعت علم دین انتہائی نفع مند سودا ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے تو اجر کا حساب ہی نہیں، جنھوں نے دینی مدارس قائم کیے، یا کم از کم ان مدارس میں اپنی جان لگائی، مال خرچ کیا، جن کی نیکیاں انھیں قبر میں قیامت تک برابر ملتی رہیں گی۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ.



باب نمبر:۲۶

علم اور تزکیۂ نفس

علم حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق اپنی زندگی کو گذارنا نہایت ضروری ہے۔ اگر علم حاصل کر کے اس پر عمل نہ کیا جائے، تو اس علم کا حقیقت میں کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ ایسا علم انسان کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى o قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا o قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى o وَ كَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰىo ﴾ (طٰهٰ: ۱۲۴۔۱۲۷)

"اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کرے گا، وہ دنیا میں تنگ حال رہے گا، اور قیامت کے دن اُسے ہم اندھا اُٹھائیں گے، وہ کہے گا، اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا ہے، دنیا میں تو میں خوب دیکھنے والا تھا؟ اللہ کہے گا، اسی طرح تمہارے پاس میری آیتیں آئی تھیں، تو تُو نے انھیں بھلا دیا تھا، اور اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا جائے گا۔ اور جو حد سے تجاوز کرتا ہے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتا ہے، اسے ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جو شخص اللہ کے دین سے اعراض کرتا ہے، اور قرآنِ کریم کی تلاوت اور اس پر

عمل کرنا ترک کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس عمل بد کا یہ بدلہ دیتا ہے کہ ہر چہار جانب سے اسے تنگی گھیر لیتی ہے، اور روزی کی کشادگی کے باوجود اس کا سکون و اطمینان چھین جاتا ہے، اور مرنے کے بعد اس کی قبر بھی اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اور اس کی برزخ کی طویل زندگی شقاوت و بدبختی سے عبارت ہوتی ہے، اور قیامت کے دن اسے اندھا اُٹھایا جائے گا، اور جب اپنی اس حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں بنا دیا ہے، میں تو دنیا میں اور قبر سے اُٹھنے تک آنکھوں والا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے کہ تم دنیا میں اسی طرح آنکھیں رکھنے کے باوجود دل کے اندھے تھے اور ہماری آیتوں کو ٹھکراتے تھے، اسی لیے آج تم جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے اور کوئی تمہارا پرسانِ حال نہ ہوگا۔''

لہٰذا اللہ ربّ العالمین نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے اس مقصد کو بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ پیغمبر لوگوں کے تزکیۂ نفس کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الجمعة : ۲)

''وہی ذات ہے، جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کو پاک کرتا، اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، یقیناً اس سے پہلے وہ واضح گمراہی میں تھے۔''

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ لفظ (وَيُزَكِّيْهِمْ) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ اَيْ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

لِيُزَكُّوْا نُفُوْسَهُمْ، وَيَتَطَهَّرُوْا مِنَ الدَّنَسِ وَالْخُبُثِ الَّذِيْ كَانُوْا مُتَلَبِّسِيْنَ فِيْ حَالِ شِرْكِهِمْ وَجَاهِلِيَّتِهِمْ .)) ❶

''یعنی ''ویزکیھم'' کا معنی یہ ہے کہ وہ انھیں نیکی کا حکم کرتا، اور برائی سے روکتا ہے۔ تاکہ وہ اپنا تزکیۂ نفس کرتے ہوئے اس میل کچیل سے پاک ہو جائیں، جس میں زمانۂ شرک و جاہلیت میں ملوث تھے۔'' (انتہیٰ)

(۲) علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

((﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ ...... اَیْ يَحْمِلُهُمْ عَلٰى مَا يَصِيْرُوْنَ بِهٖ اَزْكِيَاءَ طَاهِرِيْنَ مِنْ خَبَاثَةِ الْعَقَائِدِ وَالْاَعْمَالِ .)) ❷

''یعنی رسول ان کو (ایسے اعمال کی طرف) راغب کرتا ہے، جن سے وہ تزکیۂ نفس کرتے ہوئے بُرے عقائد و اعمال سے پاک ہو جائیں۔''

ایسے ہی تزکیہ نفس کی تعلیم دینے کے لیے قرآنِ حکیم کے دیگر مقامات پر ارشاد ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ ﴾ (الاعلیٰ: ١٤)

''یقیناً کامیاب ہوا وہ شخص، جس نے تزکیہ (نفس) کر لیا۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ ﴾ (الشمس: ٩)

''یقیناً کامیاب ہوا وہ شخص، جس نے اس (نفس) کا تزکیہ کر لیا۔''

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنیہ اور توضیحات مفسرین سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جب اس کے مطابق اپنی زندگی کو نہ ڈھالا جائے، اور اپنے اعمال کی اصلاح نہ کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ١/ ٤٢٤.

❷ تفسیر روح المعانی ٩٣/٢٨ بیروت.

دوسرا حصہ

تقویٰ کی لغوی وشرعی تعریف

تقویٰ کے تفصیلی بیان سے پہلے اس کی لغوی وشرعی تعریف کا بیان کرنا انتہائی ضروری ہے۔

ا۔ ''تقویٰ'' کی لُغوی تعریف:

☆ تقویٰ کی لغوی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابوالحسن علی بن اسماعیل النحوی اللغوی الاندلسی المعروف بابن سیدہ (المتوفی ۴۵۸ھ) لکھتے ہیں:

((اَصْلُ الْاِتِّقَاءِ اَلْحجزُ بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ ، یُقَالُ: اِتِّقَاہُ بِالتُّرَاسِ اَیْ حَبَلَہٗ حَاجِزًا بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ وَاِتِّقَاہُ بِحَقِّہٖ اَیْضًا کَذَالِکَ .)) [1]

''''اتقاء'' اصل میں دو چیزوں کے درمیان پردہ (فاصلہ) کرنے کو کہتے ہیں (تاکہ وہ آپس میں مل نہ سکیں) کہا جاتا ہے کہ اس نے ڈھال کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا یعنی اس نے ڈھال کو اپنے درمیان اور حملہ آور کے درمیان کر کے اس نے اپنا حق بچا لیا۔ یعنی اس کے درمیان اور اس کے چھیننے کے درمیان اس نے آڑ پیدا کر دی۔''

☆ معروف مفسر اور لغوی امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۰۲ھ) رقم طراز ہیں:

((اَلْوِقَایَۃُ حِفْظُ الشَّیْءِ مِمَّا یُؤْذِیْہِ وَیَضُرُّہٗ، یُقَالُ: وَقَیْتُ الشَّیْءَ وِقَایَۃً وَوِقَاءً، قَالَ: (فَوَقَاھُمْ ، وَوَقَاھُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ، وَمَاھُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَاقٍ ، مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَلِیٍّ وَلَا وَاقٍ ، قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ، وَالتَّقْوٰی حَبْلُ النَّفْسِ فِیْ وِقَایَۃٍ مِمَّا یَخَافُ)) [2]

---

[1] المخصص لابن سیدہ: ۹۳/۱۳

[2] مفردات القرآن للاصفہانی ص: ۵۵۲، باب الواو مع القاف.

''مضر اور نقصان دہ چیز سے محفوظ ہونے کو (وقایۃ کہتے ہیں) اسی طرح خوف زدہ چیز سے اپنے آپ کو حفاظت میں رکھنے کا نام تقویٰ ہے۔''

☆ اسی طرح علامہ ابن سیدہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ اصمعی رحمہ اللہ سے متقی کی تعریف ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں:

((رَجُلٌ مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ اَیْ تَقِیٌّ مِنَ الْغَشِّ وَالدَّغْلِ .)) ❶

''بغض وعداوت اور کینہ پروری سے صاف دل والے آدمی کو ''متقی'' کہتے ہیں۔''

☆ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ھ) متقی کی لغوی تعریف یوں فرماتے ہیں:

((اَلْمُتَّقِیْ فِی اللُّغَةِ اِسْمٌ فَاعِلٌ مِنْ قَوْلِهِمْ وَقَاهُ فَاتَّقٰی وَالْوِقَايَةُ فَرْطُ الصِّيَانَةُ .)) ❷

''لغت میں متقی باب اتقاء (افتعال) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو انتہائی حفاظت کرنے والے پر بولا جاتا ہے۔''

☆ مندرجہ بالا توضیحات پر غور کریں تو تقویٰ کی یہ جامع تعریف سامنے آتی ہے:

((تَقِيُّ الْقَلْبِ مِنَ الْغَشِّ، وَالدَّغْلِ، وَجَاعِلُ النَّفْسِ فِیْ وِقَايَةٍ مِمَّا يَخَافُ فَرْطًا .))

''حسد و کینے سے صاف دل والا، خوف زدہ چیزوں سے انتہائی احتیاط سے اپنے آپ کو بچانے والا آدمی ''متقی'' کہلاتا ہے۔''

۲۔ تقویٰ کی شرعی تعریف:

☆ علامہ فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ھ) تقویٰ کی شرعی تعریف نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

---

❶ المخصص لابن سیدہ: ۹٤/۱۳

❷ تفسیر الکبیر للرازی: ۲۰/۲

((قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ: اَلتَّقْویٰ تَرْكُ الْاِضْرَارِ عَلَی الْمَعْصِیَةِ، وَتَرْكُ الْاِغْتِرَارِ بِالطَّاعَةِ.

وَقَالَ الْحَسَنُ: اَلتَّقْوٰی اَنْ لَا تَخْتَارَ عَلَی اللّٰهِ سِوَی اللّٰهِ، وَتَعْلَمَ اَنَّ الْاُمُوْرَ كُلَّهَا بِيَدِ اللّٰهِ. وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ اَدْهَمَ: اَلتَّقْویٰ اَنْ لَّا يَجِدُ الْخَلْقُ فِیْ لِسَانِكَ عَيْبًا، وَلَا الْمَلَائِكَةُ فِيْ اَفْعَالِكَ عَيْبًا، وَلَا مٰلِكُ الْعَرْشِ فِیْ سِرِّكَ عَيْبًا.

وَقَالَ الْوَاقِدِیُّ: اَلتَّقْویٰ اَنْ تُزَيِّنَ سِرَّكَ لِلْحَقِّ كَمَا زَيَّنْتَ ظَاهِرَكَ لِلْخَلْقِ.

وَيُقَالُ اَنْ لَّا يَدَاكَ مَوْلَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ.

وَيُقَالُ: اَلْمُتَّقِيْ مَنْ سَلَكَ سَبِيْلَ الْمُصْطَفٰی وَنَبَذَ الدُّنْيَا وَرَاءَ الْقِفَا، وَكَلَّفَ نَفْسَهٗ الاِخْلَاصَ وَالْوَفَا، وَاجْتَنَبَ الْحَرَامَ وَالْجَفَا))

"(۱)......سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اطاعت گزاری کرتے ہوئے دھوکہ بازی کو ترک کرنے اور گناہوں پر اصرار کرنے سے باز آنے کا نام تقویٰ ہے۔

(۲)......سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے علاوہ کسی کو فضیلت نہ دی جائے، اور یقین رکھا جائے کہ تمام کے تمام معاملات صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(۳)......ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اس چیز کا نام ہے کہ لوگ تیری زبان پر کوئی عیب نہ پائیں، فرشتے تیرے ظاہر (اعمال ظاہر) میں عیب نہ پائیں اور عرش کے مالک (اللہ تعالیٰ) کو تیرے باطن میں کوئی عیب نظر نہ آئے۔

(۴)......علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تقویٰ یہ ہے کہ اپنے باطن کو حق تعالیٰ کے سامنے اس طرح خوبصورت کر کے پیش کرو جس طرح اپنے ظاہر کو مخلوق کے

سامنے مزین کر کے پیش کرتے ہو۔

(۵)...... ایک قول یہ بھی ہے، تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مالک تجھے ان چیزوں میں (ملوث) نہ دیکھے جن سے اس نے تجھے منع کیا ہے۔

(۶) ...... اور متقی کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے راستے پر چلے اور دنیا کو اپنی پشت پیچھے ڈال دے، اور اپنے آپ کو اخلاص و وفاداری پر آمادہ و تیار کرے، اور حرام کاری و بداخلاقی سے اجتناب کرے۔

☆ امام ابن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ اپنی معروف تفسیر "المحرر الوجیز المعروف بتفسیر ابن عطیه'' میں (متقین) کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((...... (لـلـمتـقين) وَالْمَعْنٰى لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِامْتِثَالِ اَوَامِـرِهٖ وَاجْتِـنَابِ مَعَاصِيْهِ كَانَ ذَالِكَ وِقَايَةٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَذَابِ اللّٰهِ .)) [1]

''متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو احکام الٰہی کو بجا لاتے، اور اس کی نافرمانیوں سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، تو یہ (تقویٰ) ان کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے درمیان ڈھال بن جائے گا۔''

☆ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تقویٰ کی شرعی تعریف یوں فرماتے ہیں:

((اَلتَّـقْـوٰى فِـيْ تَـعَارُفِ الشَّرْعِ حِفْظُ النَّفْسِ عَمَّا يُؤْثِمُ وَذٰلِكَ بِتَـرْكِ الْـمَـحْظُوْرِ وَيَتِمُّ ذَالِكُ بِتَرْكِ بَعْضِ الْمُبَاحَاتِ لِمَا رُوِىَ اَلْـحَلَالُ بَيِّنٌ ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَمَنْ وَقَعَ حَوْلَ الْحِمٰى فَحَقِيْقٌ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ .)) [2]

---

[1] تفسیر ابن عطیه: ۱/ ۱٤٤.

[2] المفردات فی غریب القرآن، ص: ۵۵۲.

''عرف شرعی میں اپنے نفس کو گناہ میں واقع کرنے والے اُمور سے بچانے کا نام تقویٰ ہے، اور یہ منہیات کو (مکمل طور پر) اور بعض (مشکوک) مباحات کو بھی ترک کر دینے سے ممکن ہے، جیسا کہ (نبی اکرم ﷺ سے) مروی ہے کہ حلال وحرام (کی حدود) واضح ہیں، اور جو کسی چراگاہ کے قریب بھٹکتا ہے، حقیقت میں اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔''

☆ معروف مفسر، امام ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری رحمہ اللہ (المتوفی ۵۳۸ھ) تقویٰ کی شرعی تعریف یوں فرماتے ہیں:

((وَهُوَ فِي الشَّرِيعَةِ الَّذِي يَقِي نَفْسَهُ تَعَاطِي مَا يَسْتَحِقُّ بِهِ الْعُقُوبَةَ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ .)) [1]

''شریعت میں متقی ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو ایسے اُمور سے بچنے میں معروف ہو جائے جن کے کرنے یا نہ کرنے سے سزا لازم آتی ہے۔''

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ، تقویٰ کا شرعی معنی ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں:

((...... (وَالْمُتَّقِينَ) وَشَرْعًا صِيَانَةُ الْمَرْءِ نَفْسَهُ عَمَّا يَضُرُّ فِي الْآخِرَةِ .)) [2]

''شریعت کے مطابق اپنے آپ کو آخرت میں نقصان دہ چیزوں سے محفوظ رکھنے والا متقی کہلاتا ہے۔''

☆ مندرجہ بالا توضیحات پر غور کرنے سے تقویٰ اور اہل تقویٰ کی یہ جامع تعریف سامنے آتی ہے:

''متقی وہ آدمی ہے جو اپنی عاقبت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے کاموں سے اجتناب

---

[1] تفسیر الکشاف، للزمخشری: ۱/۹۱.

[2] تفسیر روح المعانی للآلوسی: ۱/۱۰۸.

کرے، جو اس کی عاقبت میں خلل اور خطرہ کا باعث بننے والے ہیں۔"

۳۔ مراتب تقویٰ:

ہر چیز کے کچھ درجات ہوتے ہیں، اسی طرح تقویٰ کے بھی کچھ مراتب ہیں۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تقویٰ کے مراتب یوں بیان فرماتے ہیں:

((وَالْمَرَاتِبُ مُتَعَدِّدَةٌ لِتَعَدُّدِ مَرَاتِبِ الضَّرَرِ:
فَاَوَّلُهَا اَلتَّوَقِّي عَنِ الشِّرْكِ
وَالثَّانِيَةُ: اَلتَّجَنُّبُ عَنِ الْكَبَائِرِ ...... وَمِنْهَا اَلْاِصْرَارُ عَلَى الصَّغَائِرِ
وَالثَّالِثَةُ: مَا اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِمَا رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ .
لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذْرًا مِمَّا بِهٖ بَأْسٌ ، وَفِيْ هٰذِهِ الْمَرْتَبَةِ يُعْتَبَرُ تَرْكُ الصَّغَائِرِ .)) [1]

"جیسے تکلیف وضرر کے مختلف مراتب ہیں اسی طرح تقویٰ کے بھی مختلف مراتب ہیں:

(۱)...... پہلا مرتبہ شرک سے اجتناب۔

(۲)...... دوسرا مرتبہ کبیرہ گناہوں سے کنارہ کشی۔

(۳)...... تیسرا مرتبہ وہ ہے جس کی طرف امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے: "آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک حرج والی چیزوں سے بچنے کے لیے ان چیزوں کو ترک نہ کردے، جن کے کرنے میں حرج نہیں ہے، اور اس مرتبہ میں معتبر ترین چیز صغیرہ گناہوں کو ترک کرنا ہے۔"



[1] تفسیر روح المعانی للعلامة الآلوسی: ۱/۱۰۸.

باب نمبر ا:

تقویٰ کی اہمیت

تقویٰ کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ہم سب سے پہلے گذشتہ انبیاء علیہم السلام اور اُن کی اُمتوں کے حالات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں:

ا۔قوم نوح علیہ السلام:

اللہ رب العزت نے سیّدنا نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، تو آپ نے بعثت کے بعد جو سب سے پہلے دعوت دی اس میں عبادت الٰہی کے بعد سرفہرست تقویٰ تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ نوح علیہ السلام نے انہی سے کہا:

﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ﴾ (نوح: ٣)

''تم اللہ کی عبادت کرو، اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ نُوحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ﴾

(الشعراء: ١٠٥ تا ١٠٨)

''قوم نوح (علیہ السلام) نے رسولوں کو جھٹلا دیا، جب ان کو ان کے بھائی نوح نے کہا: تم تقویٰ کیوں نہیں اختیار کرتے؟ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

٢۔قوم عاد:

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف رسول بنا کر بھیجا، جنہوں نے اپنی قوم کو

سب سے پہلے اللہ کے تقویٰ یعنی اس سے ڈرنے کا حکم دیا۔قرآن مجید میں آپ کا ارشاد یوں مذکور ہے:

﴿ كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّي لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ﴾

(الشعراء: ۱۲۳تا۱۲٦)

"قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلا دیا جب ان کو ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ تم کیوں نہیں ڈرتے؟ بے شک میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں، پس تم اللہ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف: ٦٥)

"اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (نبی بنا کر بھیجا) اس نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔تم کیوں نہیں ڈرتے؟"

۳۔قوم ثمود کو تقویٰ کا حکم:

قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے اپنی قوم کو یوں دعوت دی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّي لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ﴾

(الشعراء: ۱٤۱تا۱٤٤)

"قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلا دیا، جب ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے انہیں کہا:

تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ میں تمہاری طرف امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

۴۔ سیّدنا لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو تقویٰ کی دعوت:

اللہ تعالیٰ سیّدنا لوط علیہ السلام کے حالات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیّدنا لوط علیہ السلام نے "سدوم" اور "عموریہ" والوں کو ان کے شرک و معاصی کی وجہ سے عذاب سے ڈرایا، اور اپنی اطاعت و اتباع کی دعوت دی۔

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ ۨ الْمُرْسَلِينَ ۝ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ لُوطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنِ ۝ۚ ﴾

(الشعراء: ۱٦۰ تا ۱٦۳)

"قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ جب ان کے بھائی لوط نے انہیں کہا: تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟ بے شک میں تمہاری طرف امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

قومِ لوط کو ان خوبصورت مہمانوں کے آنے کی اطلاع ملی تو۔

﴿ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ ﴾ (هود: ۷۸)

"(سیدنا لوط علیہ السلام نے) کہا! اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے مہمانوں میں رسوا مت کرو، کیا تم میں کوئی آدمی سمجھ دار نہیں ہے۔"

اہل مدین " اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ " اور تقویٰ:

اہل مدین کو اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں "اصحاب الایکۃ" کا نام دیا ہے۔ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ﴾

(الشعراء: ۱۷۶ تا ۱۷۹)

"(اصحاب الایکة) یعنی بن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا، جب ان کو شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں بے شک میں تمہاری طرف امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

سرکش فرعون کو تقویٰ کا حکم:

اللہ رب العزت نے فرعون جو کہ مصر کا ایک ظالم اور سرکش حکمران تھا، جس نے اپنے رب ہونے کا دعویٰ بھی کر رکھا تھا، اور لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیتا تھا۔ جب یہ اپنی سرکشی اور عداوت میں حد سے تجاوز کر گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف نبی بنا کر بھیجا، انھوں نے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کو رب العالمین نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ ذیل میں اُن فرامین الٰہیہ کا تذکرہ کرنا مقصود ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو تقویٰ کا حکم دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝ ﴾ (النازعات: ۱۵ تا ۱۹)

"تحقیق آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی، جب اس کے رب نے اسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا تھا کہ آپ فرعون کی طرف جایئے، بے شک وہ سرکش ہو چکا ہے، پھر اس سے کہیے، کیا تو تزکیہ کرنے کو تیار ہے، اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں، تاکہ تو اُس سے ڈر جائے۔"

اسی واقعے کو رب العالمین نے سورۂ طٰہٰ میں بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:

﴿ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ ﴾ (طٰهٰ: ۴۳، ۴۴)

''تم دونوں (سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام) فرعون کی طرف جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو چکا ہے، پس تم دونوں اسے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔''

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو تقویٰ کا حکم دینا:

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب آپ سے آسمان سے نزول دستر خوان کا مطالبہ کیا تو آپ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (المائدہ: ۱۱۲)

''جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تیرا رب اس پر قادر ہے کہ آسمان سے ہم پر دستر خوان نازل کرے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔''

نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تقویٰ:

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویٰ اختیار کرنے کا درس دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ ﴾ (الأحزاب: ۱)

''اے نبی ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

ازواجِ مطہرات اور تقویٰ و پرہیزگاری:

اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًاO ﴾ (الاحزاب: ۳۲)

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو، تو اپنی بات ایسی نرمی سے نہ کرو کہ دل کا مریض اپنے دل میں طمع کرے، اور تم معقول بات کرو۔''

معزز قارئین کرام! یہ تھا ان آیات کریمہ کا مختصر سا خاکہ کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً نبی اکرم ﷺ اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں تقویٰ کا تذکرہ فرمایا...... یا حکم دیا۔ ان آیات میں خوفِ الٰہی کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے، یوں کہ آنے والے ہر نبی نے توحید باری تعالیٰ کی دعوت پیش کرنے کے بعد اپنی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کا درس دیا ہے۔

امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ تقویٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وَلَوْ لَمْ یَکُنْ لِلْمُتَّقِیْ فَضِیْلَةٌ اِلَّا مَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴾ کَفَاهُ لِاَنَّهٗ تَعَالٰی بَیَّنَ اَنَّ الْقُرْآنَ هُدًی لِّلنَّاسِ فِیْ قَوْلِهٖ ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ ﴾ ثُمَّ قَالَ: هٰهُنَا فِی الْقُرْآنِ: اِنَّهٗ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ، فَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْمُتَّقِیْنَ هُمْ کُلُّ النَّاسِ مِمَّنْ لَا یَکُوْنُ مُتَّقِیًا کَاَنَّهٗ لَیْسَ بِاِنْسَانٍ .)) [1]

---

[1] تفسیر الکبیر للرازی: ۲/ ۲۱.

''اگر متقی کی اس آیت کریمہ (هُدًى لِلْمُتَّقِينَ) میں بیان کردہ فضیلت کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی، تو یہی آیت کریمہ ہی کافی تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (ایک دوسرے مقام پر) واضح کیا ہے کہ یہ قرآن لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن کریم کو نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے)، پھر قرآن کے بارے میں اس مقام پر فرمان جاری کر دیا ہے کہ یہ قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے۔ تو یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صرف متقی ہی انسان ہیں، گویا کہ جو متقی نہیں ہے، وہ انسان ہی نہیں ہے۔''

مثل مشہور ہے:

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی



باب نمبر:۲

تقویٰ اور عقائد

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں جو عقیدہ بھی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اس کے ساتھ تقویٰ کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا ہے۔ ذیل کی سطور میں ایمان باللہ کا ذکر ہوگا تاکہ مومنین کے دلوں میں خوفِ الٰہی کا جذبہ جاگزیں ہو جائے۔

ایمان اور تقویٰ:

ایمان اور تقویٰ دونوں لازم و ملزوم ہیں، اگر دل میں ایمان ہو، لیکن تقویٰ موجود نہ ہو تو ایمان کا کوئی فائدہ نہیں، اسی طرح اگر دل میں تقویٰ موجود ہو، لیکن ایمان موجود نہ ہو تو اس تقویٰ کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کی علامات میں سے جو سب سے پہلی علامت بیان فرمائی ہے، وہ ایمان ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ﴾ (البقرہ: ۲،۳)

"(یہ قرآن) ہدایت ہے متقین کے لیے، وہ لوگ جو (اللہ پر) بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔"

اسی طرح رب کائنات نے قرآن حکیم میں کئی مقامات پر ایمان والوں کو مخاطب کر کے تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

"اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہیں موت صرف اور صرف مسلمان ہونے کی حالت میں آنی

چاہیے۔"

سورۃ المائدہ میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (المائدہ: ۸۸)

"اور جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے حلال، پاکیزہ مال عطا کیا ہے اسے کھاؤ، اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔"

ان آیاتِ کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کے لیے ایمان کا ہونا ضروری ہے، اگر دل میں اللہ پر ایمان ہی نہ ہو، تو خواہ انسان کتنا ہی رقیق القلب کیوں نہ ہو اس کو متقی اور پرہیز گار نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ ایک آدمی نے اگر تقویٰ کی بنیاد کو حاصل نہیں کیا ہے، تو وہ تقویٰ کو کیوں کر حاصل کر سکتا ہے؟

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ (المائدہ: ۹۳)

"ان لوگوں پر جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کیے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب وہ تقویٰ اختیار کریں، اور ایمان لائیں، اور نیک اعمال کریں، پھر وہ تقویٰ اختیار کریں، اور ایمان لائیں، پھر تقویٰ اختیار کریں، اور احسان کریں، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

جب شراب اور جوئے کی حرمت کے بارے میں اللہ رب العزت نے فیصلہ کن حکم نازل کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول! ہمارے ان مسلمان بھائیوں کا کیا بنے گا، جو شراب پیتے، اور جوا کھیلتے تھے۔ اور اسی حالت میں

ان کو موت آ گئی تھی؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ [1]

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف اقوال پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((......(وَالْقَوْلُ الْخَامِسُ) اِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ هٰذَا التَّكْوِيْرِ اَلتَّاكِيْدُ، وَالْمُبَالَغَةُ فِي الْحِثِّ عَلَى الْاِيْمَانِ وَالتَّقْوٰى.)) [2]

"پانچواں قول یہ ہے کہ (اس آیت میں) ایمان اور تقویٰ کے تکرار سے بیان تاکید اور مبالغہ مقصود ہے۔"

اللہ تعالیٰ اہل کتاب اور گزشتہ قوموں کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ﴾ (المائدہ: ٦٥)

"اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے، اور تقویٰ اختیار کرتے تو یقیناً ہم ان کے گناہوں کو مٹا دیتے، اور یقیناً ہم ان کو نعمتوں والی جنتوں میں داخل کر دیتے۔"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾

(الاعراف: ٩٦)

"اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے، اور تقویٰ اختیار کر لیتے، تو یقیناً ہم ان پر آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلا دیا، تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔"

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ ساتھ تقویٰ کے مضمون کو بھی لازمی

---

[1] فتح القدیر: ۱/ ۵۰۰۔

[2] تفسیر الکبیر للرازی، ج: ۱۲، ص: ۸۴۔

قرار دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کے بغیر ایمان پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا، اور نہ تقویٰ کا حصول ایمان کے بغیر ممکن ہے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ط اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (الزمر : ۱۰)

''آپ کہہ دیجیے، اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، اپنے رب سے ڈرو، جنہوں نے بھلائی کی، ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے، بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔''

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ رب العالمین نے ایمان کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا بھی

دیا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ :...... مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ سے ذہن میں سوا اُٹھتا ہے کہ کیا جس آدمی کے دل میں تقویٰ نہ ہو، وہ مومن ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس کا آسا سا جواب یہی ہے کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہو اور اگر ایمان کے ساتھ ساتھ رضا۔ الٰہی والے اعمال کیے جائیں تو اس سے تقویٰ کا حصول ممکن ہے۔ اس کے برعکس اگر اعمال ترک کر دیا جائے، تو تقویٰ سے خالی دل آہستہ آہستہ ایمان سے بھی خالی ہونا شروع ہو ج ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((وَالْمُرَادُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنْ يَّضُمُّوْا اِلَى الْاِيْمَانِ التَّقْوٰى ، وَهٰذَا مِنْ اَوَّلِ الدَّلَائِلِ عَلٰى اَنَّ الْاِيْمَانَ يَبْقٰى مَعَ

الْمَعْصِيَةِ.)) ❶

''مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو ایمان کے ساتھ تقویٰ کو بھی شامل کرنے کا حکم دے رہے ہیں، اور معصیت کے ساتھ ایمان کے بقاء کے اوّل دلائل میں سے ایک ہے۔''

ویسے تو قرآن حکیم میں ایمان کے ساتھ لزوم تقویٰ کے اور دلائل بھی موجود ہیں، لیکن ہم خوفِ طوالت کے پیش نظر صرف ان ہی دلائل پر اکتفاء کرتے ہیں۔



❶ التفسير الكبير للرازى: ٢٦/ ٢٥٢

باب نمبر:۳

تقویٰ اور عبادات

جس طرح ایمان اور تقویٰ آپس میں لازم وملزوم ہیں، بالکل اسی طرح تقویٰ اور عبادات بھی آپس میں لازم وملزوم ہیں، جو عبادات تقویٰ کی بنیاد پر ہوں وہ درجۂ قبولیت کو پہنچ جاتی ہیں، وگرنہ نہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں، جس جس عبادت کا ذکر کیا ہے ساتھ تقویٰ کو ضرور جوڑا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم چند عبادات کا ذکر کیے دیتے ہیں، تاکہ ان عبادات کو بجالانے والا اپنے اندر تقویٰ و پرہیزگاری ضرور پیدا کرلے۔

ا۔ نماز اور تقویٰ:

کلمہ توحید کے بعد اسلام کا بنیادی رُکن نماز ہے، جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

((اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَلَاتُهُ .)) [1]

”قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔“

ہمارے اس عنوان کے پیش نظر قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اقامت الصلوٰۃ کے ساتھ تقویٰ کا بھی حکم موجود ہے، ان میں سے چند ایک کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

متقین کی علامات میں سے ایک علامت نماز بھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ ﴾

(البقرہ: ۲،۳)

---

[1] علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ سنن نسائی، کتاب الصلاة، باب المحاسبة على الصلاة، رقم: ٤٦٧.

"اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے، اس میں متقین کے لیے ہدایت ہے۔ (متقین وہ لوگ ہیں) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔"

ایک مقام پر رب العالمین نے اسلام لانے کے حکم کے بعد نماز اور اس کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾

(الأنعام: ٧١، ٧٢)

"آپ فرما دیجیے! بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے پالنے والے کے مطیع وفرماں بردار بن جائیں، اور یہ کہ نماز قائم کرو، اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور وہی ذات ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام رازی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((...... ﴿ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ وَاعْلَمْ اَنَّ قَوْلَهُ ﴿ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ﴾ دَخَلَ فِيْهِ جَمِيْعُ اَقْسَامِ الْمَامُوْرَاتِ وَالْاِحْتِرَازِ عَنْ كُلِّ الْمَنْهِيَاتِ ، وَتَقْرِيْرُ الْكَلَامِ اَنَّ كُلَّ مَا تَعَلَّقَ اَمْرُ اللّٰهِ بِهٖ فَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ بَابِ الْاَفْعَالِ وَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ بَابِ التُّرُوْكِ .)) [1]

"یاد رکھو کہ آیت (اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى) میں احکام کی تمام اقسام اور منہیات سے احتراز شامل ہے، اور سیاق کلام بھی جن احکام الٰہی پر مشتمل ہے یا تو

[1] تفسیر الکبیر للرازی: ١٣، ص: ٣٠.

ان کا تعلق افعال (احکامِ الٰہی) سے ہے، اور یا وہ منہیات سے متعلقہ ہیں۔"

ان آیاتِ کریمہ کا سیاق وسباق دو ہی چیزوں پر مشتمل ہے یا تو وہ اوامر سے متعلقہ ہیں اور یا نواہی کے تو اس میں اوامر کو قدرے تفصیل اور نواہی کو بالاجمال ذکر کیا گیا ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ اس تفصیل واجمال کی وضاحت ان الفاظ سے فرماتے ہیں:

((أَمَّا الْقِسْمُ الْاَوَّلُ :...... فَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ بَابِ اَعْمَالِ الْقُلُوْبِ وَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ بَابِ اَفْعَالِ الْجَوَارِحِ ، وَرَئِيْسُ اَعْمَالِ الْقُلُوْبِ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالْاِسْلَامِ لَهٗ ، وَرَئِيْسُ اَعْمَالِ الْجَوَارِحِ اَلصَّلٰوةُ ، وَاَمَّا الَّذِيْ يَكُوْنُ مِنْ بَابِ التُّرُوْكِ فَهُوَ التَّقْوٰى وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ الْاِتِّقَاءِ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَنْبَغِيْ ، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِمَا بَيَّنَ اَوَّلًا: اَنَّ الْهُدَى النَّافِعَ هُوَ هُدَى اللّٰهِ ذٰلِكَ الْكَلَامَ الْكُلِّيَّ بِذِكْرِ اَشْرَفِ اَقْسَامِهٖ عَلَى التَّرْتِيْبِ وَهُوَ الْاِسْلَامُ الَّذِيْ هُوَ رَئِيْسُ الطَّاعَاتِ الرُّوْحَانِيَّةِ ، وَالصَّلَاةُ الَّتِيْ هِيَ رَئِيْسُ الطَّاعَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ ، وَالتَّقْوٰى الَّتِيْ هِيَ رَئِيْسَةٌ لِبَابِ التُّرُوْكِ وَالْاِحْتِرَازِ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَنْبَغِيْ ثُمَّ بَيَّنَ مَنَافِعَ هٰذِهِ الْاَعْمَالِ فَقَالَ: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ اِنَّ مُنَافِعَ هٰذَا الْاَعْمَالِ اِنَّمَا تَظْهَرُ فِيْ يَوْمِ الْحَشْرِ وَالْبَعْثِ وَالْقِيَامَةِ ....))

"پہلی قسم یعنی جو افعال واعمال سے متعلقہ ہے اس کا تعلق یا تو اعمال دل سے ہوتا ہے یا افعالِ جوارح (بدنی اعمال) سے۔ تو اعمال دل میں سے سب سے عظیم عمل اللہ پر ایمان لانا، اور اسلام قبول کرنا ہے۔ اسی طرح افعالِ جوارح (بدنی عبادات) میں سے سب سے عظیم ترین عمل نماز ہے۔ اور وہ قسم جو منہیات سے متعلقہ ہے، وہ تقویٰ ہے، جو ہر نا مناسب چیز سے بچنے کا نام ہے۔ تو یہاں

پر پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ جو نفع مند ہدایت ہے، وہ اللہ کی ہی ہدایت ہے، تو اس کے بعد کلی طور پر اسکی افضل ترین اقسام کو بھی بالترتیب بیان کر دیا، اور وہ اسلام، جو کہ روحانی عبادت میں چوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ نماز ہے جو بالترتیب جسمانی عبادات میں چوٹی کی حیثیت رکھتی ہے، اور تقویٰ جو تمام منہیات کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر ان اعمال کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: (وَهُوَ الَّذِیْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ) یعنی اس کے فوائد قیامت کے دن سامنے آئیں گے۔"

اور سورۃ الروم میں ارشاد فرمایا:

﴿ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الروم: ۳۱)

"اس (اللہ) کی طرف رجوع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور نماز قائم کرو، اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ میں عقیدۂ توحید، تقویٰ اور نماز کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (فاطر: ۱۸)

"بس آپ کا ڈرانا، ان لوگوں کے لیے (فائدہ مند) ہے جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے، اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جس شخص نے تزکیۂ نفس کیا اسنے اپنے ہی لیے تزکیہ کیا، اور اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے۔"

۲۔ روزہ اور تقویٰ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں روزے کی فرضیت کے احکام صادر فرما کر اس کا مقصود تقویٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ: ١٨٣)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کر دیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور تقویٰ کا چولی دامن کا تعلق ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((فَفِيْهِ وُجُوْهٌ أَحَدُهَا: أَنَّهُ سُبْحَانَهُ بَيَّنَ بِهٰذَا الْكَلَامِ أَنَّ الصَّوْمَ يُوَرِّثُ التَّقْوٰى لِمَا فِيْهِ مِنْ اِنْكِسَارِ الشَّهْوَةِ وَانْقِمَاعِ الْهَوٰى فَإِنَّهُ يَرْدَعُ عَنِ الْأَشَرِ وَالْبَطَرِ وَالْفَوَاحِشِ يَهُوْنُ لَذَّاتِ الدُّنْيَا وَرِيَاسَتَهَا، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الصَّوْمَ لِكَسِيْرِ شَهْوَةِ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ وَإِنَّمَا يَسْعَى النَّاسُ لِهٰذَيْنِ، كَمَا قِيْلَ فِي الْمَثَلِ السَّائِرِ: اَلْمَرْءُ يَسْعٰى لِغَارِيَةِ بَطْنِهِ وَمِزْجِهِ.

فَمَنْ أَكْثَرَ الصَّوْمَ هَانَ عَلَيْهِ أَمِيْرُ هٰذَيْنِ وَخَفَّتْ عَلَيْهِ مُؤْنَتُهِمَا فَكَانَ ذٰلِكَ رَادِعًا مَالَهُ عَنْ اِرْتِكَابِ الْمَحَارِمِ وَالْفَوَاحِشِ، وَمُهَوِّنًا عَلَيْهِ أَمْرُ الرِّيَاسَةِ فِي الدُّنْيَا وَذٰلِكَ جَامِعٌ لِأَسْبَابِ التَّقْوٰى فَيَكُوْنُ مَعْنَى الْآيَةِ فُرِضَتْ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ لِتَكُوْنُوْا بِهِ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ أَثْنَيْتُ عَلَيْهِمْ فِيْ كِتَابِيْ وَأَعْلَمْتُ أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ هُدًى لَّهُمْ وَلَمَّا اخْتَصَّ بِهٰذِهِ الْخَاصِيَّةِ حَسَنٌ مِنْهُ تَعَالٰى: أَنْ يَقُوْلَ عِنْدَ إِيْجَابِهَا ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ مِنْهَا بِذٰلِكَ عَلٰى وَجْهِ وُجُوْبِهِ لِأَنَّ مَا يَمْنَعُ النَّفْسَ عَنِ الْمَعَاصِيْ لَا بُدَّ أَنْ يَكُوْنَ وَاجِبًا.

وَثَانِيْهَا: اَلْمَعْنٰى يَنْبَغِىْ لَكُمْ بِالصَّوْمِ اَنْ يَّقْوٰى وَجَآءَ كُمْ فِى التَّقْوٰى وَهٰذَا مَعْنٰى (لَعَلَّ)

وَثَالِثُهَا: اَلْمَعْنٰى يَنْبَغِىْ لَكُمْ بِالصَّوْمِ ....

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اللّٰهَ بِصَوْمِكُمْ وَتَرْكِكُمْ لِلشَّهَوَاتِ ، فَاِنَّ الشَّىْءَ كُلَّمَا كَانَتِ الرَّغْبَةُ فِيْهِ اَكْثَرَ كَانَ الْاِتِّقَاءُ وَالرَّغْبَةُ فِى الْمَطْعُوْمِ وَالْمَنْكُوْحِ اَشَدُّ مِنَ الرَّغْبَةِ فِىْ سَائِرِ الْاَشْيَاءِ فَاِذَا سَهُلَ عَلَيْكُمْ اِتِّقَاءُ اللّٰهِ بِتَرْكِ الْمَطْعُوْمِ وَالْمَنْكُوْحِ كَانَ اِتِّقَاءُ اللّٰهِ بِتَرْكِ سَائِرِ الْاَشْيَاءِ، اَسْهَلَ وَاَخَفَّ .

وَخَامِسُهَا: لَعَلَّكُمْ تَنْتَظِمُوْنَ بِسَبَبِ هٰذِهِ الْعِبَادَةِ فِيْ زُمْرَةِ الْمُتَّقِيْنَ لِاَنَّ الصَّوْمَ شِعَارُهُمْ .)) [1]

"امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کے آخر میں ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ لانے کی کئی ایک وجوہات ہیں:

(۱)...... پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت اس کلام سے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ روزہ تقوے کا متضمن اور خواہشات کو ختم کرنے والا ہے، کیونکہ وہ برائیوں سے روکتا اور تکبر، فحاشی سے دُور رکھنے والا، اور دنیاوی لذات و خواہشات سے بے رغبت کرنے والا ہے، اور یہ اس لیے ممکن ہے، کیوں کہ روزہ پیٹ اور شرم گاہ کی شہوت کو پارہ پارہ کرنے والا ہے، اور یہی وہ دو چیزیں ہیں، جن کے حصول کی انسان بھرپور کوشش کرتا ہے۔

پس جو انسان روزے کثرت سے رکھے گا اس پر ان دونوں کے حصول کی حسرت کمزور پڑ جائے گی جس سے ان دونوں چیزوں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ تو گویا کہ

[1] تفسیر الکبیر للرازی: ۵/ ۷۰.

روزہ اس کو حرام کاریوں اور فحش گوئیوں کے ارتکاب سے روکنے، اور دنیاوی ریاست و سیادت کی خواہش کو کمزور کرنے والا ہے۔۔ گویا کہ (روزہ) اسباب تقویٰ کا مجموعہ ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا (کہ میں نے تم پر روزے فرض اس لیے کیے ہیں، تاکہ ان کے ذریعے تم ایسے متقی بن سکو، جن کی میں نے اپنی کتاب میں ثناء و مدح کی ہے، اور واضح کر دیا ہے کہ یہ کتاب صرف ان کے لیے ہی ہدایت کا باعث ہے۔ جب روزے اور تقویٰ کا یہ تعلق معلوم ہو جائے، تو اس کی فرضیت کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا بھی بجا ہوا (تاکہ تم متقی بن جاؤ)، کیوں کہ جو چیز نفس کو گناہوں سے روکتی ہے، اس کا واجب ہونا بھی ضروری ہے۔

(۲)...... اس عبادت کے فرض کرنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ تم تقویٰ میں سخت جان ہو جاؤ اور (لَعَلَّ) کا یہی مفہوم ہے۔

(۳)...... اس عبادت کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ تاکہ تم روزہ رکھ کر اور شہوات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ کبھی کبھی کسی چیز سے کثرت رغبت کی وجہ سے بچنا مشکل ہوتا ہے، اور باقی تمام اشیاء کی نسبت کھانے، پینے اور جماع کرنے میں رغبت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ لہٰذا جب ان چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا آسان ہو جائے گا، تو باقی تمام کی تمام چیزوں کو ترک کرنا اور زیادہ آسان سے آسان تر ہو جائے گا......

ان الفاظ کے استعمال کی پانچویں حکمت یہ ہے کہ تم اس عبادت کے ذریعے متقین کے زمرے میں شامل ہو جاؤ، کیونکہ روزہ ان کا شعار اور علامت ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)"

اس ساری کی ساری گفتگو کا خلاصہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان میں موجود ہے۔ چنانچہ

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ .)) [1]

''جو آدمی جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

توجۂ طلب بات :......قارئین کرام! روزے کے اسرار و رموز اور اس کے فوائد و ثمرات پر غور فرمائیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر حرام چیزیں تو دُور کی بات حلال چیزوں سے بھی رُک جاتا ہے۔ مثلاً عام حالات میں (حلال چیزوں) کا کھانا پینا جائز تھا، لیکن ایک خاص وقت سے لے کر خاص وقت تک ان حلال چیزوں سے بھی اجتناب کا پابند ہو گیا، گویا کہ انسان کو یہ درس اور سبق دیا جا رہا ہے کہ اے انسان! جس طرح تو نے اللہ کا حکم تسلیم کرتے ہوئے حلال چیزوں کو ترک کر دیا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر حرام چیزوں سے اجتناب کرنا شروع کر دے۔ اور یہی تقویٰ کی انتہا ہے۔ اور مذکورہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہمیں یہی درس ملتا ہے۔

۳۔ صدقہ، خیرات، زکوٰۃ اور تقویٰ:

گذشتہ صفحات میں یہ بات گذر چکی ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام کی تمام عبادات کو تقویٰ اور خوفِ الٰہی کا پیش خیمہ قرار دیا ہے، اور اگر ان عبادات کو کرتے وقت دل میں تقویٰ اور خوفِ الٰہی نہ ہو، تو ان عبادات کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، کیوں کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۲۱)

''اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں، اور تم سے پہلے لوگوں کو

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به، رقم الحديث: ۱۹۰۳.

پیدا کیا، تا کہ تم متقی اور پرہیز گار بن جاؤ۔"

اگر تقویٰ کا حصول چاہتے ہو، تو اللہ کی عبادت کرو، اسی طرح اللہ کی عبادت کا مقصد بھی حصول تقویٰ ہی ہونا چاہیے، اس کے علاوہ کوئی اور غرض وغایت نہیں ہونی چاہیے۔

اب ہم اپنی بات کو آگے چلانے کے لیے اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

قارئین کرام! انفاق فی سبیل اللہ زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے، اور ان دونوں میں عموم وخصوص ہے۔ یعنی انفاق فی سبیل اللہ میں عموم ہے اور اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، اور زکوٰۃ خاص لفظ ہے جس سے مراد شرعی طور پر وہ مقررہ مال ہے جس کا صاحب نصاب پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا فرض اور ضروری ہے۔ جس کا مقصد بھی دلوں میں اللہ کا تقویٰ، خشیت الٰہی اور اللہ کا خوف پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

(التغابن : ١٦)

"پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو، اور سنتے رہو، اور اطاعت کرتے رہو اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہو، اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچالیا گیا، پس وہی شخص کامیاب ہے۔"

اس آیت کریمہ میں خوف الٰہی کا حکم دینے کے بعد تین چیزوں کا حکم فرمایا ہے:

۱۔ سمع۔

۲۔ اطاعت۔

۳۔ اور انفاق فی سبیل اللہ۔

اوّل الذکر دو چیزوں پر بحث کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ وہ ہمارے عنوان سے متعلقہ نہیں لہٰذا آخر الذکر یعنی "انفاق فی سبیل اللہ" کے بارے میں گفتگو کرنا مقصود ہے۔ گذشتہ

صفحات میں یہ بات گذر چکی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ میں عموم وخصوص کا فرق ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ کے لیے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے اس کے برعکس انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مال زکوٰۃ کا ہی ہو، بلکہ صدقہ وخیرات بھی ہو سکتا ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَالْإِنْفَاقُ قَدْ يَكُوْنُ فِي الْمَالِ وَفِيْ غَيْرِهٖ وَقَدْ يَكُوْنُ وَاجِبًا وَتَطَوُّعًا.)) [1]

''لفظ انفاق کا اطلاق مال اور غیر مال دونوں پر ہوتا ہے، اسی طرح واجب (زکوٰۃ) اور نفل (صدقہ وخیرات) کے لیے بھی اس کا (عام) استعمال ہوتا ہے۔''

زکوٰۃ وخیرات کا مقصد بھی حصول تقویٰ ہے، اگر زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات حصولِ تقویٰ اور حصولِ رضائے الٰہی کے لیے نہ دیے جائیں، تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں، جیسا کہ ابواب العلم میں ''صحیحین'' کے حوالے سے طویل روایت گذر چکی ہے۔ لہٰذا امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ اپنی کتاب مفردات القرآن میں فرماتے ہیں:

((اَلزَّكٰوةُ لِمَا يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلَى الْفُقَرَاءِ وَتَسْمِيَتُهٗ بِذَالِكَ مِمَّا يَكُوْنُ فِيْهَا مِنَ الرَّجَاءِ وَالْبَرَكَةِ اَوْ لِتَزْكِيَةِ النَّفْسِ اَیْ تَنْمِيَتُهَا بِالْخَيْرَاتِ وَالْبَرَكَاتِ اَوْ لَهُمَا جَمِيْعًا فَإِنَّ الْخَيْرَيْنِ مَوْجُوْدَانِ فِيْهَا، وَقَرَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى الزَّكٰوةَ بِالصَّلٰوةِ فِى الْقُرْآنِ بِقَوْلِهٖ ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ وَبِزَكَاءِ النَّفْسِ وَطَهَارَتِهَا يَصِيْرُ الْإِنْسَانُ بِحَيْثُ يَسْتَحِقُّ فِى الدُّنْيَا الْاَوْصَافَ الْمَحْمُوْدَةَ وَفِى الْاٰخِرَةِ الْاَجْرَ وَالْمَثُوْبَةَ وَهُوَ اَنْ يَّتَحَرَّى الْإِنْسَانُ مَا فِيْهِ تَطْهِيْرَةٌ.)) [2]

---

[1] المفردات فی غریب القرآن: ٥٢٢، باب النون مع الفاء

[2] المفردات فی غریب القرآن: ٢١٢، باب الذاء مع الکاف.

''زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جسے انسان فقراء و مساکین کے حوالے کرتا ہے، اور اس کا نام زکوٰۃ اس لیے ہے کہ انسان اس کے ذریعے برکت اور تزکیۂ نفس کی اُمید رکھتا ہے یعنی خیرات و برکات کے حصول کی آرزو اور تمنا۔ تو اس میں دونوں چیزوں کا حصول ممکن ہے۔ رب العالمین نے قرآن حکیم میں زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور تزکیہ نفس کے ذریعے انسان دنیا میں اوصاف محمودہ اور آخرت میں اجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

اس لیے انسان کو ایسی چیز کی تلاش میں رہنا چاہیے جس سے اس کی (گناہوں سے) پاکیزگی ہو سکے۔''

امام اصفہانی رحمہ اللہ کی اس توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا معنی ہی حصولِ طہارت (روحانی وجسمانی) ہے جو اللہ کے خوف اور خشیت الٰہی کے بغیر ناممکن ہے۔

اسی طرح وہ آیت کریمہ جو شروع سے ہی ہمارا محل استدلال بنتی چلی آرہی ہیں اس میں متقین کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ:

﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ ﴾

''اور وہ لوگ (متقی ہیں) جو ہمارے عطا کیے ہوئے (مال) سے خرچ کرتے ہیں۔''

مالی اور بدنی عبادت:

زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جو بیک وقت مالی بھی ہے، اور بدنی بھی، کیونکہ انسان سارا دن حلال مال کی جستجو میں رہتا ہے، اس کے بعد حلال طریقے سے اپنے ہاتھ سے کمائے اس مال کو جب اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، تو اللہ رب العزت اسے شرف قبولیت سے نوازتے ہیں۔

نیکوکار لوگ:

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں نیک لوگوں کو جن انعامات سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے، وہ یہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝ ﴾ (الدھر: ٥، ٦)

”بے شک نیک لوگ پیالوں سے (ایسے مشروبات) پئیں گے جن کا ذائقہ کافور کا ہوگا، یعنی (جنت میں) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے اسے جدھر چاہیں گے پھاڑ کر لے جائیں گے۔“

تو اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے خوش نصیب کون لوگ ہیں اور ان کے اندر کون سی علامات پائی جاتی ہیں؟ کہ ہم بھی ان عادات و خصائل کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کی جنتوں کے مستحق بن جائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝ ﴾ (الدھر: ٧ تا ١٠)

”وہ اپنی نذروں کو پورا کرتے، اور اس دن سے خوف زدہ رہتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔ اور اللہ کی محبت کے (حصول) کے لیے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ بے شک ہم تمہیں صرف اور صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں۔ اور تم سے کسی قسم کی جزا یا شکرگزاری نہیں چاہتے۔ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو انتہائی پُر مشقت اور سخت ہے۔“

ان آیاتِ کریمہ میں رب العالمین نے نیک اور صالحین لوگوں کی جملہ صفات بیان کرتے ہوئے دوصفات یہ بھی بیان کی ہیں کہ وہ لوگ اپنا مال خرچ کرتے وقت اللہ کے خوف اور خشیت الٰہی کو مدنظر رکھتے ہیں۔

نتیجۂ بحث :...... بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ کا مقصد بھی جملہ عبادات کی طرح اپنے دلوں میں رب العالمین کا ڈر اور تقویٰ اپنے دلوں میں جاگزیں کرنا ہے۔

۴۔ حج اور تقویٰ:

اللہ کی رضا کے لیے حج کرنا انتہائی عظیم عمل ہے۔ ''صحیح بخاری'' میں امام بخاری رحمہ اللہ نبی اکرم ﷺ سے حج مبرور کی فضیلت یوں بیان فرماتے ہیں:

((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ ، یَقُوْلُ: مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ كَیَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .)) [1]

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے حج کیا، پھر اس میں کوئی بے ہودہ بات یا اپنی بیوی سے جماع نہ کیا، اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کیا، تو وہ اس دن کی طرح لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا یعنی گناہوں سے پاک ہوکر۔''

اس عظیم عبادت کے بارے میں بھی اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ﴾

(البقرة: ۱۹۷)

''اور زادِ راہ اختیار کرو، یاد رکھو! بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرو۔''

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

[1] صحیح البخاری، کتاب الحج ، رقم الحدیث: ۱۵۲۱.

((اَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ﴾ فَفِيْهِ قَوْلَان: اَحَدُهُمَا: اَنَّ الْمُرَادَ، وَتَزَوَّدُوْا مِنَ التَّقْوٰى، وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴿ فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ﴾ وَتَحْقِيْقُ الْكَلَامِ فِيْهِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ سَفَرَان:

۱۔ سَفَرٌ فِى الدُّنْيَا ۲۔ وَسَفَرٌ مِنَ الدُّنْيَا

(۱)...... فَالسَّفَرُ فِى الدُّنْيَا لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ زَادٍ، وَهُوَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ، وَالْمَرْكَبُ وَالْمَالُ.

(۲)...... وَالسَّفَرُ مِنَ الدُّنْيَا لَا بُدَّ فِيْهِ اَيْضًا مِنْ زَادٍ وَهُوَ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ وَمَحَبَّتُهٗ وَالْاِعْرَاضُ عَمَّا سِوَاهُ، وَهٰذَا لَزَا دُخَيْرُهٗ مِنَ الزَّادِ الْاَوَّلِ لِوَجْهِ.

اَلْاَوَّلُ ...... اِنَّ زَادَ الدُّنْيَا يُخَلِّصُكَ مِنْ عَذَابٍ مَوْهُوْمٍ، وَزَادَ الْاٰخِرَةِ يُخَلِّصُكَ مِنْ عَذَابٍ مُتَيَقَّنٍ.

وَثَانِيْهَا ...... اِنَّ زَادَ الدُّنْيَا يُخَلِّصُكَ مِنْ عَذَابٍ مُنْقَطِعٍ وَزَادَ الْاٰخِرَةِ يُخَلِّصُكَ مِنْ عَذَابٍ دَائِمٍ.

وَثَالِثُهَا ...... اِنَّ الدُّنْيَا يُوْصِلُكَ اِلٰى لَذَّةٍ مَمْزُوْجَةٍ بِالْاٰلَامِ وَالْاِسْتِقَامِ وَالْبَلِيَّاتِ وَزَادُ الْاٰخِرَةِ يُوْصِلُكَ اِلَى لَذَّاتٍ بَاقِيَةٍ خَالِصَةٍ عَنْ شَوَائِبِ الْمُضَرَّةِ، آمِنَةٌ مِنَ الْاِنْقِطَاعِ وَالزَّوَالِ.

وَرَابِعُهَا ...... اِنَّ زَادَ الدُّنْيَا وَهِىَ كُلُّ سَاعَةٍ فِى الْاَدْبَارِ وَالْاِنْقِضَاءِ وَزَادُ الْاٰخِرَةِ يُوْصِلُكَ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَهِىَ كُلُّ سَاعَةٍ فِى الْاِقْبَالِ وَالْقُرْبِ وَالْوُصُوْلِ.

وَخَامِسُهَا ...... اِنَّ زَادَ الدُّنْيَا يُوْصِلُكَ اِلٰى مَنْصَبَةِ الشَّهْوَةِ

وَالنَّفْسِ وَزَادُ الْآخِرَةِ یُوْصِلُكَ إِلیٰ عَتَبَةِ الْجَلَالِ وَالْقُدْسِ، فَثَبَت بِمَجْمُوْعِ مَا ذَكَرْنَا إِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی .)) [1]

''آیت کریمہ ﴿ وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ﴾ کی تفسیر میں دو قول ہیں:

پہلا قول: اس سے مراد یہ ہے کہ تقویٰ کو اپنا زادِ راہ بناؤ۔ جس کی دلیل آیت کا بعد والا حصہ ہے، یعنی ﴿ فَإِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ﴾

اور صحیح بات یہی ہے کہ انسان دو قسم کے سفروں کا مسافر ہے:

ا۔ وہ سفر جو دنیا میں (ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے) کرتا ہے۔

۲۔ وہ سفر جو دنیا سے آخرت کی طرف طے کرتا ہے۔

تو دنیاوی سفر کے لیے بھی زادِ راہ اور مال و متاع کا ہونا ضروری ہے، اور آخرت کے سفر کے لیے بھی انتہائی ضروری ہے۔

تو دنیاوی سفر کا زادِ راہ کھانے، پینے، سواری اور مال و دولت وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن آخرت کا سفر اپنے (خالق حقیقی) اللہ تعالیٰ کی پہچان، اور اس کی محبت، جب کہ اس کے علاوہ (غیر اللہ کی محبت) سے روگردانی پر مشتمل ہے۔

تو سفر آخرت کا زادِ راہ اُخروی سفر کے مقابلے میں (مندرجہ ذیل) وجوہات کی بنا پر بہتر (اور ضروری) ہے:

(۱)...... دنیاوی سفر کا زادِ راہ پیش آمدہ مشکلات سے بچانے کا سبب ہے، اس کے مقابلے میں آخرت کا سفر ایسی مصائب و آلام سے بچانے کا پیش خیمہ ہے جن کا انسان سے واسطہ پڑنا یقینی بات ہے۔

(۲)...... دنیاوی سفر کا زادِ راہ تو مصائب و آلام کے ایک ختم ہو جانے والے سلسلے سے نجات کا باعث ہے، لیکن اُخروی سفر کا زادِ راہ عذاب و مشکلات کے ایک

---

[1] تفسیر کبیر للرازی: ۱٦٨/٥

دائمی سلسلے سے حفاظت کا ضامن ہے۔
(۳)...... دنیاوی سفر کا زادِ راہ ایسی (عارضی) لذات کا متضمن ہے، جن کے ساتھ مصائب و آلام اور بیماریوں کا ہونا بھی ایک فطری چیز ہے، لیکن آخرت کا زادِ راہ ہمیشہ باقی رہنے والا، اور ہر قسم کی مضر چیزوں سے خلاصی دینے والا ہے۔
(۴)...... دنیاوی زادِ راہ (ایک محدود مدت تک کے لیے ہے) جس کا جدا ہو جانا بھی ممکن ہے، اور وہ آنے جانے والی چیز ہے جب کہ آخرت کا زادِ راہ ہمیشہ کے لیے قریب رہنے والا اور جدا نہ ہونے والا ہے۔
(۵)...... دنیا کا زادِ راہ شہوت نفسانی کی رغبت پر اُکسانے والا ہے جب کہ آخرت کا زادِ راہ (دل کے اندر) رب ذوالجلال والقدوس کی سزا کا خدشہ پیدا کرنے والا ہے۔
ان توضیحات سے ثابت ہوتا ہے کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہی ہے۔"
امام رازی رحمہ اللہ کے اس قول کی مزید تائید مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے۔
﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف: ٢٦)
"اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے اوپر ایسا لباس اُتارا ہے، جو تمہاری شرم گاہیں چھپاتا ہے، اور زیب و زینت کے لیے بھی لباس اُتارا، لیکن بہترین لباس تقویٰ ہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
((وَقَوْلُهُ ﴿ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ﴾ لَمَّا أَمَرَهُمْ بِالزَّادِ لِلسَّفَرِ فِي الدُّنْيَا أَرْشَدَهُمْ إِلٰى زَادِ الْاٰخِرَةِ وَهُوَ اِسْتِصْحَابُ التَّقْوٰى إِلَيْهَا

كَمَا قَالَ: ﴿ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذَالِكَ خَيْرٌ ﴾ لِمَا ذَكَرَ اللِّبَاسَ الْحِسِّيَّ فِيهِ مُرْشِدًا إِلَى اللِّبَاسِ الْمَعْنَوِيِّ وَهُوَ الْخُشُوعُ وَالطَّاعَةُ وَالتَّقْوٰى وَذَكَرَ أَنَّهُ خَيْرٌ مِنْ هَذَا وَأَنْفَعُ .)) [1]

"اللہ تعالیٰ نے (حجاج کرام کو) جہاں سفر حج کے لیے زادِراہ کا حکم دیا تو ساتھ ہی سفر آخرت کے زادِراہ کی طرف بھی راہنمائی فرمادی۔ جو کہ لزوم تقویٰ ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذَالِكَ خَيْرٌ ﴾ اس میں بھی جہاں ظاہری لباس کا تذکرہ کیا، وہاں ساتھ مصنوعی لباس کی طرف بھی راہنمائی فرمائی، جو خشوع وخضوع، اطاعت اور تقویٰ ہے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ بہترین اور نفع مند (لباس) یہی ہے۔"

آیت ﴿ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ﴾ کا شانِ نزول:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما كَانَ أُنَاسٌ يَخْرُجُوْنَ مِنْ أَهْلِيْهِمْ لَيْسَتْ مَعَهُمْ أَزْوِدَةٌ يَقُوْلُوْنَ: نَحُجُّ بَيْتَ اللّٰهِ وَلَا يُطْعِمُنَا؟ فَقَالَ اللّٰهُ: تَزَوَّدُوا مَا يَكُفُّ وُجُوْهَكُمْ عَنِ النَّاسِ .)) [2]

"سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوگ زادِراہ لیے بغیر گھروں سے حج بیت اللہ کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کھلاتا نہیں، لیکن ہم اس کے گھر کے حج کے لیے نکلتے ہیں؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تم ساتھ اتنا زادِراہ لے لیا کرو جتنا تمہیں لوگوں سے کافی ہو جائے۔"

قابل غور!...... اللہ رب العزت نے حج جیسے عظیم عمل کے لیے بھی تقویٰ کو لازم قرار

---

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۱/ ۲۳۹.

[2] تفسیر القرآن العظیم: ۱۲/ ۲۳۸

دیا ہے، لیکن آج ہماری، مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟ کہ حج کے لیے جاتے ہیں، مکمل انتظام و انصرام کے ساتھ گھروں سے نکلتے ہیں، چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور پھر نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی یاد ہوتا ہے کہ جو حج مبرور کرے گا، وہ نو مولود بچے کی طرح گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ لیکن کبھی ہم نے یہ سوچا کہ اس مقدس سفر کے لیے ہم جو رقم خرچ کر رہے ہیں اسے ہم نے کس طریقے سے حاصل کیا ہے؟ وہ حلال طریقے سے حاصل کی گئی ہے یا حرام طریقے سے؟ اس کے حصول میں ہم نے کسی کا حق تو نہیں دبایا؟ یا ہم نے کسی غریب، مسکین اور لاچار پر ظلم و زیادتی تو نہیں کی۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے ضمیر سے سوال کریں؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو اللہ کا شکر ادا کیجیے، اور اگر جواب نفی میں آئے، اور مال سودی کاروبار سے حاصل شدہ ہو، حرام مال کی آمیزش ہو، یا کسی پر ظلم و زیادتی کے بعد اس مال کو حاصل کیا گیا ہو، تو یاد رکھیے! حرام کھانے والے کا حج تو دُور کی بات کوئی عبادت بھی قبول نہیں کی جاتی۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿ يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾ (المؤمنون: ٥١) وَقَالَ: ﴿ يَـٰأَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ ﴾ (البقرة: ١٧٢) ثُمَّ ذَكَرَ، الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَٰلِكَ؟)) [1]

"لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، رقم الحديث: ٢٣٤٦

جو حکم اپنے رسولوں کو دیا تھا وہی مومنین کو دیا ہے (رسولوں کو ارشاد ہے) ''اے رسولو! حلال مال کھاؤ اور نیک اعمال کرو، بے شک جو عمل تم کرتے ہو میں انہیں جاننے والا ہوں۔'' (اور ایمان والوں کو حکم ہے) کہ ''اے ایمان والو! تم حلال مال کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا ہے۔'' پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر کے گردو غبار سے اَٹے بالوں کے ساتھ (بارگاہِ رب العالمین میں) اپنے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا، پینا، پہننا (سب) حرام مال سے ہے، بلکہ اس کی غذا ہی حرام ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((وَفِيْهِ الْحِثُّ عَلَى الْإِنْفَاقِ مِنَ الْحَلَالِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْإِنْفَاقِ مِنْ غَيْرِهٖ وَفِيْهِ اَنَّ الْمَشْرُوْبَ وَالْمَأْكُوْلَ وَالْمَلْبُوْسَ وَنَحْوَ ذٰلِكَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ حَلَالًا خَالِصًا لَا شُبْهَةَ فِيْهِ وَاَنَّ مِنْ اَرَادِ الدُّعَاءِ كَانَ اَوْلٰى بِالْاِعْتِنَاءِ بِذٰلِكَ مِنْ غَيْرِهٖ.)) [1]

''اس حدیث میں حلال مال کو خرچ کرنے کی ترغیب، اور حرام مال خرچ کرنے سے روکا گیا ہے۔ اسی طرح اس سے یہ مسئلہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ انسان کے کھانے پینے اور لباس میں حرام کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خالص حلال ہونا چاہیے، ایسے ہی دعا کرتے وقت سب سے پہلے اسی کا اہتمام کرنا چاہیے۔''

اب ذرا معاشرے میں غور کیجیے! کتنے ایسے لوگ ہیں جو سودی کاروبار سے حاصل شدہ مال سے صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں۔ یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کی مدد بھی کرتے ہیں۔ حج وغیرہ بھی کرتے ہیں، اور پھر ظلم کی انتہا یہ کہ ایسے لوگوں کو مقام ومرتبہ بھی بہت زیادہ دیا

[1] شرح النووی: ۷/۱۰۰.

جاتا ہے، جو کوئی جتنا زیادہ حرام خور ہوگا، وہ محلے یا علاقے میں اتنا ہی معزز شمار ہوگا۔ حالانکہ سود کھانے والے لوگوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا واضح فرمان موجود ہے:

((عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، الرِّبَا سَبْعُونَ حُوْبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ .)) [1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں، سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرلے۔''

ذرا غور کیجیے! یہ عزت ہے یا لعنت ہے۔ اور پھر جس فعل کے گناہ کا ادنیٰ ترین درجہ اپنی والدہ سے نکاح کرنے کے مترادف ہے تو ذرا تصور کیجیے، باقی درجات کتنے زیادہ قبیح ہوں گے۔

سودی کاروبار کرنے والوں کو سخت وعید:

ذیل کی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو بتلایا جارہا ہے کہ ایمان کا یہی تقاضا ہے، کیونکہ سود اور ایمان دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ٢٧٨)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اگر تم مومن ہو، تو باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو۔''

سود ترک نہ کرنے والوں کے لیے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ٢٧٩)

''اور اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ

[1] سنن ابن ماجه، باب التغليظ في الربا، رقم: ٢٢٧٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر تم توبہ کرلو گے تو اصل مال کے مالک تم ہی ہو گے۔
ظلم نہیں کرو گے، تو تم پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

بہر حال خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حج بیت اللہ کے لیے بھی لازمی چیز تقویٰ ہے۔ جس کا حصول مالِ حلال اور خلوصِ نیت کے بغیر ممکن نہیں۔

تقویٰ اور جہادِ فی سبیل اللہ:

جہادِ فی سبیل اللہ ایک ایسا عمل ہے جس میں اہل ایمان کو اپنا مال و دولت، حتی کہ اپنی جان تک اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کا حکم ہے، اور جان کی قربانی کے لیے کوئی بھی آدمی اس وقت تک آمادہ اور تیار نہیں ہو سکتا، جب تک اس کے دل میں حقیقی طور پر اللہ کا خوف اور خشیت الٰہی پیدا نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ خشیت الٰہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے دل میں پیدا ہو جائے اس کے دل سے غیروں کا ڈر اور خوف ختم ہو جاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ متقی آدمی جہاد فی سبیل اللہ سے بالکل گریز نہیں کرتا، جب کہ اس کے برعکس جس کے دل میں اللہ کا خوف اور ڈر نہیں ہوتا، وہ اس عظیم عمل سے جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ (التوبۃ: ٤٤)

"نہیں آپ سے اجازت طلب کرتے وہ لوگ، جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ، اور اللہ تعالیٰ متقین کو خوب جاننے والا ہے۔"

علامہ سیّد محمود آلوسی رحمہ اللہ اس آیت کا مفہوم یوں واضح فرماتے ہیں:

((شَهَادَةٌ لَّهُمْ بِالتَّقْوٰى لِوَضْعِ الْمُظْهَرِ فِيْهِ وَمَوْضِعِ الْمُضْمَرِ اَوْ اِرَادَةُ جِنْسِ الْمُتَّقِيْنَ وَدُخُوْلُهُمْ فِيْهِ دُخُوْلًا اَوَّلِيًّا وَعِدَةٌ لَّهُمْ

بِالثَّوَابِ الجَزِيْلِ .)) ❶

''یہ (جہاد میں نکلنے والوں) کے تقوے کی گواہی ہے، کیوں کہ (تقوے میں) ظاہر اور باطن دونوں موافق ہوتے ہیں یا پھر متقین کی قسم مراد ہے، جن کا اس (جہاد) میں داخل ہونا اولاً ہوتا ہے۔ اور یہ (متقین) کے لیے بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

((وَفِيْ ذٰلِكَ تَقْرِيْرٌ لِمَضْمُوْنِ مَا سَبَق كَأَنَّهُ قِيْلَ: وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِأَنَّهُمْ كَذٰلِكَ إِشْعَارٌ بِأَنَّ مَا صَدَرَ عَنْهُمْ مُعَلَّلٌ بِالتَّقْوٰى .)) ❷

''اس میں سابقہ مضمون کا اثبات ہے۔ گویا کہ یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ (دلی اعتبار سے بھی) اسی طرح ہیں یعنی اپنے دعوے میں سچے ہیں اور ان کے اس فعل دلیل کو تقویٰ کی علامت قرار دیا ہے۔''

قاضی ابو محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((لَا تَحْتَاجُوْنَ إِلٰى أَنْ يَّسْتَأْذِنُوْا فِيْ أَنْ يُّجَاهِدُوْا بَلْ عُضُوْنٌ قَدَمًا، أَيْ فَهُمْ، أَحْرَاى أَلَّا يَسْتَأْذِنُوْا فِي التَّخَلُّفِ، ثُمَّ أَخْبَرَ بِعِلْمِهٖ تَعَالٰى بِالْمُتَّقِيْنَ وَفِيْ ذٰلِكَ تَعْسِيْرٌ لِلْمُنَافِقِيْنَ وَطَعْنٌ عَلَيْهِ بَيْنٌ .)) ❸

''انہیں تو جہاد سے اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے، بلکہ وہ تو آگے آگے چلنے والے لوگ ہیں۔ یعنی وہ بہتری اسی میں خیال کرتے ہیں کہ پیچھے رہنے کی اجازت ہی نہ لیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے متقین کے علم ہونے کی بھی خبر دے دی، جو

❶ تفسیر روح المعانی: ١١٠/١٠ ❷ ایضاً

❸ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف بتفسیر ابن عطیه: ٥٠٨/٦

منافقین کے لیے انتہائی باعث عار بات ہے، اور ان پر واضح ڈانٹ ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ (التوبة: ٣٦)

''اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ تم سے سب مل کر لڑتے ہیں، اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں متقین سے مراد قتال کرنے والے مومن ہیں، جن سے اللہ رب العزت نے اپنی معیت اور نصرت و تائید کا وعدہ کیا ہے۔ علامہ سیّد محمود الالوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((...... ﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ ...... بِالْوِلَايَةِ وَالنَّصْرِ، فَاتَّقُوْا لِتَفُوزُوْا بِوَلَايَتِهِ وَنُصْرِهِ سُبْحَانَهُ فَهُوَ إِرْشَادٌ لَّهُمْ إِلَىٰ مَا يَنْفَعُهُمْ فِيْ قِتَالِهِمْ بَعْدَ أَمْرِهِمْ بِهِ وَقِيْلَ: اَلْمُرَادُ أَنَّ اللّٰهَ مَعَكُمْ بِالنَّصْرِ وَالْإِمْدَادِ فِيْمَا تُبَاشِرُوْنَهُ مِنَ الْقِتَالِ وَإِنَّمَا وَضَعَ الْمُظْهِرَ مَوْضِعَ الْمُضْمِرِ مَدْحًا لَّهُمْ بِالتَّقْوٰى وَحَثًّا لِلْقَاصِرِيْنَ عَلٰى ذٰلِكَ وَإِيْذَانًا بِأَنَّهُ الْمَدَارُ فِي النُّصْرِ، وَقِيْلَ: هِيَ بَشَارَةٌ وَضَمَانٌ لَّهُمْ بِالنُّصْرَةِ بِسَبَبِ تَقْوٰهُمْ كَمَا يُشْعِرُ بِذٰلِكَ التَّعْلِيْقُ بِالْمُشْتَقِّ، وَمَا ذَكَرْنَاهُ نَحْنُ لَا يَخْلُوا عَنْ حَسَنٍ إِلَّا أَنَّ الْأَمْرَ بِالتَّقْوٰى فِيْهِ أَعَمُّ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالدَّوَامِ وَمِثْلُهُ كَثِيْرٌ فِي الْكَلَامِ.)) [1]

''اس آیت میں معیت سے مراد تائید و نصرت ہے، پس اس کی تائید و نصرت سے سرفراز ہونے کے لیے تقویٰ اختیار کرو۔ قتال کے حکم کے بعد ان کی ایسی چیز کی طرف راہنمائی کی جا رہی ہے، جو ان کے لیے میدانِ قتال میں نفع مند ثابت

[1] روح المعانی: ١/ ٩٣.

ہو۔ اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ میدان قتال میں پیش آنے والے حالات میں اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔"

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی مدح کرتے ہوئے، جبکہ تقویٰ سے خالی لوگوں کو اس کی ترغیب دینے کے لیے ظاہر کو باطن کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ اور اس بات پر خبردار کرنے کے لیے کہ اللہ کی طرف سے نزولِ نصرت کے لیے تقویٰ کا ہونا ضروری ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے تقویٰ کے سبب ان کو نصرت کی ضمانت، اور خوش خبری دی گئی ہے، جیسا کہ سیاق کلام سے واضح ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ کوئی نیکی کا کام ایسا نہیں ہے، جس کے ساتھ لزوم تقویٰ کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ جس کی مثالیں کلام اللہ میں کثرت سے موجود ہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)



باب نمبر:۳

تقویٰ اور صبر

قارئین کرام! جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ ہر نیک عمل کے ساتھ تقوی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جیسا کہ علامہ سیّد محمود الالوسی رحمہ اللہ کا کلام بھی پہلے گذر چکا ہے" کہ کوئی نیکی کا کام ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم نہ دیا گیا ہو، جس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔"

اب ہم اپنے عنوان کی طرف آتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر تقوی اور صبر کے بارے میں مختصر سی گفتگو کرنا مقصود ہے:

صبر کا لغوی معنیٰ:

ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا اللغوی (المتوفی ۳۹۵ھ) صبر کا معنیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

((صَبَـرَتُ نَـفۡسِـیۡ عَـلـیٰ ذٰلِكَ اَیۡ حَبَسۡتُهَـا وَاَصۡـلُ الـصَّبۡـرِ: اَلۡحَبۡسُ)) ❶

"صَبَـرۡتُ نَـفۡسِـیۡ عَلَـی ذٰلِكَ" کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو روکے رکھا، اور اصل میں صبر رُکنے کو کہتے ہیں۔"

یعنی کسی بھی چیز سے رُک جانے کا نام صبر ہے۔ علامہ سیّد محمود الالوسی رحمہ اللہ صبر کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((...... (اَلصَّبۡرُ) حَبۡسُ النَّفۡسِ عَلَی مَا تَکۡرَهُ .)) ❷

---

❶ مجمل اللغة، ص: ٥٤٩.

❷ روح المعاني: ٢/٢٤٨

''ناپسندیدہ کام پر نفس کو روکنے کا نام صبر ہے۔''

صبر کی شرعی تعریف:

امام رازی رحمہ اللہ صبر کی شرعی تعریف یوں تحریر فرماتے ہیں:

((اَمَّا الصَّبْرُ فَهُوَ قَهْرُ النَّفْسِ عَلٰى اِحْتِمَالِ الْمَكَارِهِ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَوْطِيْنِهَا عَلٰى تَحَمُّلِ مُشَاقٍ وَتَجَنُّبِ الْجَزْعِ .)) [1]

''اللہ کی رضا کے لیے اپنے نفس کو (نفس پر) ناگوار گزرنے والے اُمور پر آمادہ کرنے، پر مشقت اُمور کی ترغیب دینے اور جزع (بے صبری) سے رُک جانے کا نام صبر ہے۔''

اللہ رب العزت نے قرآن میں صبر والے لوگوں کو ہی متقین کہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۱۷۷)

''صبر کرنے والے تکلیف، سختی اور (میدان) قتال میں، یہی لوگ ہیں، جنہوں نے سچی بات کی، اور یہی لوگ تقوے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں صبر کرنے کے لیے انتہائی اہم اُمور کو بیان کیا گیا ہے۔ جن سے باقی اُمور میں صبر کرنے کی توثیق ہوتی ہے، بلکہ کہنا تو یوں چاہیے کہ اجمالی طور پر مقامات صبر کو بیان کر دیا گیا ہے، کیونکہ صبر کا معنی ہی ناگوار اُمور پر جمے رہنا ہے۔ چنانچہ علامہ سیّد محمود آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((...... ﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ ﴾ ...... نَصْبٌ عَلَى الْمَدْحِ بِتَقْدِيْرِ . اَخَصُّ اَمْدَحَ ، وَغَيْرُ سَبْكٍ عَمَّا قَبْلَهٗ تَنْبِيْهًا عَلٰى فَضِيْلَةِ الصَّبْرِ وَمَزِيَّتِهٖ عَلٰى سَائِرِ الْاَعْمَالِ حَتّٰى كَاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ

[1] تفسیر الکبیر رازی: ۴/ ۱۴۴.

جِنْسِ الْاَوَّلِ .)) ❶

"لفظ (الصَّابِرِیْنَ) "اخصّی" (اس نے خاص کیا) یا امدح (اس نے مدح و تعریف کی) ان دونوں لفظوں کے مقدر ہونے کی وجہ سے مدح کی بناء پر منصوب ہے۔ اور اس جملے کو، صبر کی فضیلت بیان کرنے اور تمام اعمال سے جدا گانہ حیثیت کی بناء پر گذشتہ کلام سے جدا کیا ہے۔"

اقسام صبر:

سلف صالحین سے مختلف احوال میں صبر کی مختلف اقسام منقول ہیں، جو سب اپنی اپنی جگہ اپنا مقام اور حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی (المتوفی ۳۵۴ھ) صبر کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((اَلصَّبْرُ عَلَی فُرُوْبٍ ثَلَاثَةٍ ، فَا الصَّبْرُ عَنِ الْمَعَاصِیْ ، وَالصَّبْرُ عَلَی الطَّاعَاتِ وَالصَّبْرُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْمَصَائِبِ)) ❷

"صبر کی تین اقسام ہیں:

(۱) گناہوں (سے بچنے کے لیے پیش آنے والی مشکلات) پر صبر کرنا۔

(۲) نیکی (کے کام کرنے کے لیے پیش آمدہ مشکلات) پر صبر کرنا۔

(۳) (روز مرہ کے معاملات میں) آنے والے مصائب و پریشانیوں پر صبر کرنا۔"

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ صبر کی اقسام درج فرماتے ہیں:

((اِعْلَمْ! اَنَّ الصَّبْرَ ضَرْبَانِ اَحَدُهُمَا بَدَنِیْ ، كَتَحَمُّلِ الْمُشَاقِ بِالْبَدَنِ ، وَالثَّبَاتُ عَلَيْهِ ، وَهُوَ اِمَّا بِالْفِعْلِ كَتَعَاطِی الْاَعْمَالِ

---

❶ روح المعانی: ۴۷/۲.

❷ روضة العقلاء ونزهة الفضلاء، ص: ۲۷۵.

الشَّاقَّةِ اَوْ بِالْاِحْتِمَالِ كَالصَّبْرِ عَلَى الضَّرْبِ الشَّدِيْدِ، وَالْاَلَمِ الْعَظِيْمِ، وَالثَّانِيْ: هُوَ الصَّبْرُ النَّفْسَانِيُّ وَهُوَ مَنْعُ النَّفْسِ عَنْ مُقْتَضِيَاتِ الشَّهْوَةِ وَمُشْتَهِيَاتِ الطَّبْعِ .)) ❶

''یادرکھو! صبر کی دو قسمیں ہیں:

(۱)...... بدنی...... مثلاً بدن سے مشقت والے معاملات برداشت کرنا، اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا۔ اور پھر یہ تو یا فعلی ہوگا جیسے مشکل معاملات کو سرانجام دینا یا احتمالی ہوگا جیسے متوقع شدائد وآلام پر عزم صبر کرنا۔

(۲)...... وہ نفسانی صبر ہے جو طبع پسند اور خواہشات کی پسندیدہ چیزوں سے نفس کو روکنے کا نام ہے۔''

((ثُمَّ هٰذَا الصَّبْرُ اِنْ كَانَ صَبْرًا عَنْ شَهْوَةِ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ سُمِّيَ عِفَّةً .)) ❷

''اگر پیٹ یا شرم گاہ کی خواہشات پر صبر کیا جائے، تو اس کو عفت (پاکدامنی) کہتے ہیں۔''

اسی طرح امام رازی رحمہ اللہ نے مختلف معاملات میں صبر کرنے کے مختلف نام ذکر کیے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

((وَقَدْ جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَقْسَامَ ذٰلِكَ وَسَمَّى الْكُلَّ صَبْرًا، فَقَالَ: ﴿ الصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ ﴾ اَيِ الْمُصِيْبَةِ ﴿ وَالضَّرَّاءِ ﴾ اَيِ الْفَقْرِ ﴿ وَحِيْنَ الْبَأْسِ ﴾ اَيِ الْمُحَارَبَةِ .)) ❸

---

❶ تفسیر الكبير للرازی: ۱۵۱/٤.

❷ تفسیر الكبير للرازی: ۱۵۱/٤.

❸ تفسیر الكبير للرازی: ۱۵۲/٤

''اللہ تعالیٰ نے ان تمام اقسام کو جمع کر کے ان سب کا (ایک جامع) نام صبر رکھ دیا ہے، اور فرمایا: ﴿ الصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ ﴾ یعنی مصائب میں صبر کرنے والے اور ﴿ وَالضَّرَّاءِ ﴾ یعنی تنگ دستی میں صبر کرنے والے ﴿ وَحِيْنَ الْبَأْسِ ﴾ یعنی جنگ میں صبر کرنے والے۔''

مزید وضاحت کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مکروہ چیزوں پر صبر کرنے کے جو مختلف نام امام رازی رحمہ اللہ نے تحریر فرمائے ہیں، انہیں بھی زینت قرطاس بنایا جائے۔ لہٰذا امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے):

''مکروہات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ان پر صبر کرنے کے نام بھی مختلف ہیں۔ عام طور پر آنے والے مصائب میں اس کا صبر ہی ہے جس کا متضاد (جزع اور ہلع) یعنی شور شرابا کرنا ہے۔ اور یہ (جزع، ہلع) خواہشات کے پیروکار آدمی کا آوازیں بلند کرنے، (شور شرابا کرنے) رخسار پیٹنے، اور سینہ کوبی کرنے کو کہتے ہیں، اور اگر صبر حالت غنا (وافر مال) میں کیا جائے، تو اسے ''ضبط نفس'' کہتے ہیں اور جنگ اور لڑائی کی حالت میں صبر کو شجاعت (بہادری) سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کا اُلٹ جُبن (بزدلی) ہے۔ اور غیظ و غضب کی حالت میں صبر کیا جائے تو اسے حلم (بردباری) سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جس کا متضاد نزق (طیش میں آنا) ہے اور حوادث زمانہ پر کیے جانے والے صبر کو ''سعۃ الصدر'' (کشادہ دلی وسعت ظرفی) کہتے ہیں جس کا اُلٹ ''ضجر'' (کم دلی) ندم (پشیمانی) اور ضیق الصدر (تنگ دلی) ہے۔ اور کسی (تکلیف دہ) بات کو (دل میں) چھپائے رکھنے کو ''کتمان النفس'' کہتے ہیں، اور ایسا کرنے والے کو ''کتوم'' کہتے ہیں۔ اور اگر فضول عیش و عشرت کی زندگی سے صبر کیا جائے، تو اسے ''زہد'' کہتے ہیں اور اس کا متضاد حرص (لالچ کرنا) ہے۔ اسی طرح کم مال پر گذر بسر کرنے کو

''قناعت'' کہتے ہیں جس کا متضاد شرہ (حرص کرنا) ہے۔'' [1]

قارئین کرام غور کیجیے! رب العالمین نے تمام قسم کے مصائب وشدائد کو یکجا کر دیا، پھر ان تمام اقسام کے واقع ہونے پر کنٹرول کرنے کا نام صبر رکھ دیا، اور صبر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اکثر نیک اعمال کا اجر مقرر کر دیا ہے، لیکن صبر کا کوئی اجر مقرر نہیں کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (الزمر: ١٠)

''(اے نبی اکرم ﷺ) فرما دیں کہ اے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرو، ان لوگوں کے لیے بھلائی (اچھا صبر) ہے، جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ، اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے، بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب دیا جائے گا۔''

امام اوزاعی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((لَيْسَ يُوزَنُ لَهُمْ وَلَا يُكَالُ لَهُمْ لَا يُغْرَفُ لَهُمْ غُرْفًا.)) [2]

''ان کے اجر وثواب کو ناپا تولا نہیں جائے گا، بلکہ (بغیر حساب) کھلا اجر دیا جائے گا۔''

اسی طرح روزہ جو سراپا صبر ہے جس میں انسان بھوک، پیاس اور شہوات نفسانی سے اپنے آپ کو ہر حالت میں کنٹرول میں رکھتا ہے، اس کے بارے میں حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] تفسیر الکبیر للرازی: ٤/ ١٥٢.

[2] تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر الدمشقی: ٤٨/٤ ط: مصر.

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ)) [1]

''آدمی کا ہر عمل اسی کے لیے ہے، لیکن روزہ میرے لیے ہے، اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔''

وسعت صبر:

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ رب العزت نے مصائب وشدائد کی تمام اقسام کو یکجا کر کے ان کے مجموعے کا نام صبر رکھ دیا ہے، لیکن اگر بنظر غائر قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے، تو تمام کے تمام اعمال صالحہ کو بجالانا، اعمال سیئہ سے اجتناب کرنا، اور تقدیر الٰہی کو دل و جان سے قبول کرنا، یہ تمام چیزیں جزوی طور پر صبر کو شامل ہیں۔ چنانچہ امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَالصَّبْرُ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَأْمُوْرِ وَالْمَحْظُوْرِ وَالْمَقْدُوْرِ بِالْخَلْقِ وَالْاَمْرِ ، وَالشَّيْخُ دَائِمًا ، يَحُوْمُ حَوْلَ هٰذِهِ الْاُصُوْلِ الثَّلَاثَةِ ، لَقَوْلِهِ يَا بُنَيَّ اِفْعَلْ اِنَّمَا مَأْمُوْرٌ وَاجْتَنِبِ الْمَحْظُوْرَ وَالصَّبْرُ عَلَى الْمَقْدُوْرِ .)) [2]

''صبر اوامر، نواہی اور ہر قسم کی تقدیر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور استاد (کی وصیت اپنے شاگرد کے حق میں) ان تینوں اُصول کے گرد گھومتی ہے، مثلاً استاد (اپنے شاگرد سے) کہتا ہے، بیٹا! احکام کو بجا لاؤ، نواہی سے اجتناب کرو اور تقدیر پر صبر کرو۔''

اور یہی وہ تین چیزیں ہیں جن کا حکم سیّدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب هل يقول انى صائمٌ اذا شتم، رقم: ١٨٩٤.

[2] عدة الصابرين وذخيرة الشاكرين، ص: ٢٤، ط: مكتبة ابن القيم ومكتبة المتنبى، القاهره.

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾ (لقمان: ۱۷)

''اے بیٹے! نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، برائی سے روک اور (اس راستے میں) جو مصیبت آئے اس پر صبر کر۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صبر ایک ایسی چیز ہے، جس کا اجر مقرر نہیں ہے، بلکہ اس کا اجر بغیر حساب ہوگا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ مِنْ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (الزمر: ۱۰)

''یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔''

صبر ایک ایسی چیز ہے جو تمام اسلامی عبادات، منکرات، محظورات، ماموارت کا مجموعہ ہے۔

عبادات کرنے میں محنت صرف ہوتی ہے، مشقت اُٹھانا پڑتی ہے اسی لیے ان کو صبر سے تعبیر کیا گیا، اور منکرات و محظورات میں بھی اسی طرح محنت شاقہ ایک لازمی چیز ہے۔ لہٰذا اس کو بھی صبر سے تعبیر کیا گیا، نتیجتاً احکامِ الٰہی کی پابندی کرنا اور منکرات سے اجتناب کرنا، تقویٰ کہلاتا ہے، لہٰذا منطقی اعتبار سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تقویٰ اور صبر دونوں قریب کے ساتھی ہیں۔ یعنی متقی بننے کے لیے صبر کی ضرورت ہے، اسی طرح صابر بننے کے لیے تقویٰ کا ہونا نہایت ضروری چیز ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)



باب نمبر:۴

تقویٰ اور ہدایت

ہدایت ایک ایسی منفرد چیز ہے، جس کا حصول تقوی کے بغیر ناممکن ہے۔ یعنی جس کے دل کے اندر ہدایت کی تڑپ موجود ہوگی، اور پھر اس کے حصول کے لیے کوشش بھی کرے گا، وہ اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، اس کے برعکس اگر کسی کے دل میں حصولِ ہدایت کی تڑپ اور لگن ہی موجود نہیں، تو قانون فطرت ہے کہ ایسے انسان کی کایا بھی نہیں پلٹ سکتی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾ (الرعد: ۱۱)

"بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے (دلوں کی) حالت تبدیل نہ کرلیں۔"

اسی آیت کے ترجمے کو علامہ اقبال نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

خدا نے کبھی اُس قوم کی حالت کو نہیں بدلا
نہ ہو خیال جسے خود اپنی حالت بدلنے کا

اسی حقیقت کو اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں بار بار کبھی:

﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ کے الفاظ سے،

کہیں ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ کے انداز سے،

اور کہیں ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ کے طرزِ بیان سے سمجھایا ہے۔

یعنی ظلم کرنے والے، فاسق و فاجر اور کافر جب تک اپنے دل کی دنیا کو تبدیل نہیں کر لیتے اس

وقت تک ان کو ہدایت سے روشناس نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے برعکس جو آدمی قلب تقوی لے کر آئے گا، صراطِ مستقیم پر چلنے کی تڑپ لے کر آئے گا، قلب سلیم یعنی تعصب وتقلید سے صاف دماغ لے کر آئے گا، تو اس کے لیے رب العالمین راستے کھولتے چلے جائیں گے، اس کا اُٹھنے والا ہر قدم پہلے سے اہم ہوتا چلا جائے گا۔ پھر ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب رب العالمین اس کو ہدایت اور صراطِ مستقیم کی دولت سے بہرہ ور فرمائے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۱۵۰)

''پس تم ان سے مت ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو! تاکہ میں تم پر اپنی نعمت کو پورا کردوں اور شاید کہ تم ہدایت پاؤ۔''

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَهٰذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْمَرْءِ فِيْ كُلِّ أَفْعَالِهِ وَتُرُوْكِهِ أَنْ يَنْصِبَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، خَشْيَةَ عِقَابِ اللّٰهِ وَأَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ لَيْسَ فِيْ يَدِ الْخَلْقِ شَيْءٌ اَلْبَتَّةَ وَأَنْ لَا يَكُوْنَ مُشْتَغِلُ الْقَلْبِ بِهِمْ وَلَا مُلْتَفِتُ الْخَاطِرِ إِلَيْهِمْ.)) [1]

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آدمی پر اس کے تمام افعال کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے کے وقت اپنی آنکھوں کے سامنے عقاب الٰہی کے خوف کو نصب کرلے، اور یقین کرلے کہ مخلوق کے ہاتھوں میں کوئی اختیار نہیں ہے، اور لوگوں کی طرف دیکھ کر پریشان نہ ہو اور نہ ہی انہیں کسی خاطر میں لائے۔''

جب تک انسان افعال کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے کے وقت خشیت الٰہی کو مدنظر نہیں رکھتا، بلکہ اس کے برعکس اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، ایسے لوگوں کے دلوں پر رب العالمین کی جانب سے مہر لگ جاتی ہے، جو کلامِ ہدایت کو سنتے تو ہیں، لیکن

[1] تفسیر کبیرہ للرازی: ٤/ ١٤٠.

اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہی ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْا أَهْوَآءَهُمْ ﴾ (محمد: ١٦)

''اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کے ارشادات کو غور سے سنتے ہیں، حتی کہ جب وہ آپ کی مجلس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جو علم دیے گئے، کہتے ہیں کہ ابھی ابھی آپ نے کیا فرمایا ہے؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ رب العزت نے مہر لگا دی ہے۔ اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العالمین نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے کہ جنہوں نے فرامین رسول ﷺ کو اپنے کانوں سے سنا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی نفسیاتی خواہشات کو فرامین رسول ﷺ پر مقدم رکھا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، جس وجہ سے وہ صراطِ مستقیم کی لازوال دولت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ علامہ خازن رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۱ھ) اس آیت کریمہ کے مفہوم کو یوں واضح فرماتے ہیں:

((وَالْمَعْنٰى أَنَّهُمْ لَمَّا تَرَكُوْا اِتِّبَاعَ الْحَقِّ أَمَاتَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ فَلَمْ تَفْهَمْ وَلَمْ تَعْقِلْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اِتَّبَعُوْا أَهْوَاءَهُمْ فِي الْبَاطِلِ .)) [1]

''جب انہوں نے اتباع حق کو ترک کر دیا، تو اللہ رب العزت نے ان کے دلوں کو مردہ کر دیا، جس وجہ سے وہ حق بات کو نہ سمجھ سکے، تو انہوں نے اُمورِ باطلہ میں اپنی خواہشات کی اتباع کی۔''

قارئین کرام! ذرا غور کیجیے! اس آیت کریمہ میں (يَسْتَمِعُ) کے الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے جو باب ''اِسْتِفْعَالٌ'' سے مشتق ہے، اور اس میں طلب اور تکلف کے معنی پائے

[1] تفسیر الخازن: ٤/ ١٣٧

جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پرتکلف انداز سے کلامِ مصطفیٰ ﷺ کو سنا، لیکن ان کی مرضی اور منشا کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان کے دلوں نے آوازِ حق کو تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ بطورِ استہزاء و مذاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے سوال کرنے لگے کہ ﴿ مَاذَا قَالَ آنِفًا ﴾ نبی اکرم ﷺ نے ابھی ابھی کیا ارشاد فرمایا ہے؟

ان کے اسی رویے کی بناء پر اللہ رب العزت نے ان کے دلوں کو مردہ بنا دیا، جس وجہ سے وہ حق بات سننے کے باوجود اسے تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔

اس کے برعکس وہ لوگ جنہوں نے نبی رحمت ﷺ کی بات کو سن کر اپنانے کی کوشش کی تو اللہ رب العزت نے انہیں ان کی کوشش میں کامیاب فرما دیا، اور نہ صرف راہِ ہدایت پر چلنے میں ان کے سینوں کو کھول دیا، بلکہ ان کے دلوں میں تقویٰ اور خوفِ الٰہی بھی پیدا فرما دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ﴾ (محمد: ۱۷)

"اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت حاصل کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا، اور انہیں ان کا تقویٰ بھی عطا فرما دیا۔"

امام ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

((اَیْ وَالَّذِیْنَ قَصَدُوْا الْهِدَایَةَ وَفَّقَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهَا فَهَدَاهُمْ اِلَیْهَا وَثَبَّتَهُمْ عَلَیْهَا وَزَادَهُمْ مِنْهَا .)) [1]

"جن لوگوں نے ہدایت کا قصد کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر ثابت قدم رکھا، اور ان کو اور زیادہ ہدایت عطا فرما دی۔"

علامہ خازن رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے مفہوم کو یوں واضح فرماتے ہیں:

((یَعْنِیْ اَنَّهُمْ کُلَّمَا سَمِعُوْا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا جَآءَ بِهٖ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اٰمَنُوْا بِمَا سَمِعُوْا مِنْهُ وَصَدَّقُوْهُ فَیَزِیْدُهُمْ ذٰلِكَ

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر الدمشقی : ۴/۱۷۷.

هُدًى مَعَ هِدَايَتِهِمْ وَإِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ .)) ❶

"یعنی جب انہوں نے زبانِ نبوت سے وحی الٰہی کو سن لیا، تو سننے کے بعد (فوراً) اس پر ایمان لے آئے، اور اس کی تصدیق کر دی تو (اس کے نتیجے میں) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کو ہدایت کے ساتھ اور ایمان کو ایمان کے ساتھ بڑھا دیا۔"

محترم قارئین کرام! علامہ علاء الدین خازن رحمہ اللہ کی اس وضاحت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ:

- حصولِ ہدایت کے لیے وحی الٰہی کی تصدیق کرنا انتہائی ضروری ہے۔ (جس میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہے)
- حصولِ تقویٰ کے لیے ہدایت کا ہونا ضروری ہے۔
- ہدایت دینے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

سوال :...... یہاں پر ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ اگر ہدایت دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہادی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:...... اس سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے ہادی کا معنی تحریر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ھادی :...... یہ "هَـدٰى يَهْدِىْ" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کے لغوی معنی ہے: راہنمائی کرنا۔ (المنجد عربی، اُردو) مادہ: (ھ، د، ی) ھدٰی .

کسی کو بھی راہنمائی کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱ ۔ ارشاد الی المطلوب ۲۔ ایصال الی المطلوب

(ا)...... ارشاد الی المطلوب: (منزل مقصود کی طرف رہنمائی کرنا)

گذشتہ تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہادی ہونے کا یہی مطلب ہے۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

❶ تفسیر الخازن: ٤/ ١٣٧.

((وَهِدَايَةُ اللّٰهِ لِلْإِنْسَانِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَوْجُهٍ ....
اَلثَّانِیْ: اَلْهِدَايَةُ الَّتِیْ جُعِلَ لِلنَّاسِ بِدُعَائِهٖ اِيَّاهُمْ عَلَى السُّنَّةِ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنْزَالِ الْقُرْآنِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ......))

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی ہدایت چار صورتوں میں ہے:
(مذکورہ چار اقسام میں سے) دوسری قسم انبیاء علیہم السلام کی زبان کے ذریعے اور نزولِ قرآن کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مدعو کرنے کے لیے، اور اس فرمانِ الٰہی سے بھی ہدایت والی آیت کریمہ: ﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ ﴾ اور ہم نے انہیں صبر کرنے کی وجہ سے اپنے احکام کی طرف رہنمائی کرنے والا بنا دیا۔'' سے بھی یہی مراد ہے۔''

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ کی وضاحت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی اور رسول کی ذمہ داری ہدایت دینا نہیں، بلکہ راہِ ہدایت کی طرف راہنمائی کرنا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ﴾ (النحل: ۳۷)

''اگر آپ ان کی ہدایت کی حرص رکھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دے اس کو ہدایت نہیں دیتا، اور نہ ہی ان کا کوئی مددگار ہے۔''

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

((وَقَوْلُهٗ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ ﴾ اَیْ شَأْنُهٗ وَاَمْرُهٗ اَنَّهٗ مَا شَآءَ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ فَلِهٰذَا قَالَ: ﴿ لَا يَهْدِیْ مَنْ يُّضِلُّ ﴾ اَیْ مَنْ اَضَلَّهٗ، فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ؟ اَیْ لَا اَحَدٌ ﴿ وَمَا لَهُمْ مِنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ اَیْ يَنْقُذُوْنَهُمْ مِنْ عَذَابِهٖ وَوِثَاقِهٖ.)) [1]

[1] تفسیر القرآن العظیم ۲ / ۵۶۹.

''(فَاِنَّ اللّٰهَ) یعنی اس کا معاملہ اور شان یہ ہے کہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا اسی لیے فرمایا (لَا یَهْدِی مَنْ یُّضِلُّ) یعنی جسے وہ گمراہ کردے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، تو پھر کون ہے جو اللہ کے علاوہ ہدایت دے سکے؟ کوئی نہیں (اور نہیں کوئی ان کی مدد کرنے والا) یعنی ان کو اللہ کے عذاب اور پکڑ سے بچانے والا۔''

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح سے آیت کریمہ کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور کوئی ابہام باقی نہیں رہتا کہ ہدایت عطا کرنے والی ذات صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ مزید وضاحت کے لیے اس آیت کریمہ پر غور کیجیے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝﴾ (النحل: ٣٦)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (جس کا مقصد بعثت یہ ہے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت سے اجتناب کرو، تو ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی، پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

((ثُمَّ اَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَسُوْلَهٗ ﷺ اِنَّ حِرْصَهٗ عَلٰی هِدَایَتِهِمْ لَا یَنْفَعُهُمْ اِذَا كَانَ اللّٰهُ قَدْ اَرَادَ اِضْلَالَهُمْ .)) [1]

''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خبردار فرمایا ہے کہ آپ کا ان کی ہدایت کی حرص رکھنا ان کے لیے فائدہ مند نہیں ہوسکتا، جب کہ اللہ تعالیٰ انھیں گمراہی پر (قائم) رکھنا چاہتے ہیں۔''

[1] تفسیر ابن کثیر، ۲/ ٥٦٩.

ایک دوسرے مقام پر رب العالمین نے اس مسئلے کی وضاحت بایں الفاظ فرمائی ہے:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ ﴾ (القصص: ٥٦)

"بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور ہدایت چاہنے والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔"

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر رحمہ اللہ سیّد مسیب بن حزن مخزومی رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ:

"جب آپ کے چچا ابو طالب کی وفات کا وقت آیا، تو ان کے پاس رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، جبکہ ابو طالب کے پاس ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی، امیہ بن میسرہ کو پایا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابو طالب سے) کہا، چچا جان! اپنی زبان سے "لا الہ الا اللہ" کہہ دو، میں اللہ کے حضور اس کلمے کو آپ کے حق میں حجت بنا کر پیش کردوں گا، پاس بیٹھے ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ، ھادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن کر ابو طالب سے کہنے لگے: ابو طالب! (مرتے وقت) آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دو گے؟ بہر حال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی وفات سے پہلے بار بار انھیں کلمۂ توحید کی دعوت دیتے رہے اور ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ انہیں آباء واجداد کے دین پر قائم رہنے کے لیے کہتے، اور کلمہ توحید پڑھنے سے اسے روکتے، یہاں تک کہ آخر کلمہ اس کی زبان سے یہی نکلا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھتا اور میں عبدالمطلب کے دین پر مرنا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے: جب تک مجھے منع نہ کیا جائے گا، میں ابو طالب کے لیے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ

كَانُوْٓا اُوْلِیْ قُرْبٰی ﴾ (التوبة: ١١٣)

''کسی نبی اور اہل ایمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی مشرک کے لیے دعائے مغفرت کرے، اگر چہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو۔''

جب کہ ابوطالب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﴾

(القصص: ٥٦)

''بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' [1]

مزید برآں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

((یَقُوْلُ تَعَالٰی لِرَسُوْلِهٖ ﷺ اِنَّكَ یَا مُحَمَّدُ! ﴿ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ اَیْ لَیْسَ عَلَیْكَ ذٰلِكَ، إِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلَاغُ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَهُ الْحِكْمَةُ الْبَالِغَةُ وَالْحُجَّةُ الدَّامِغَةُ، كَمَا قَالَ تَعَالٰی: ﴿ لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهِ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴾ وَهٰذِهِ الْاٰیَةُ اَخَصُّ مِنْ هٰذَا كُلِّهٖ فَإِنَّهُ قَالَ: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴾ اَیْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ یَّسْتَحِقُّ الْهِدَایَةَ مِمَّنْ یَّسْتَحِقُّ الْغَوَایَةَ.)) [2]

''اللہ تعالیٰ رسولِ اکرم ﷺ سے مخاطب ہیں، اے محمد ﷺ! (بے شک آپ جسے چاہتے ہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے) یعنی آپ ﷺ کی ذمہ داری ہدایت دینا نہیں، بلکہ تبلیغ کرنا ہے۔ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، اور اس کے

[1] تفسیر ابن کثیر ٣/ ٣٩٤، ٣٩٥.

[2] تفسیر ابن کثیر ٣/ ٣٩٤.

لیے بلیغ حکمت اور حجت قطعیہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ان لوگوں کی ہدایت آپ کے ذمے نہیں، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' اور ارشاد ہے: ''آپ ﷺ کے حرص رکھنے کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور یہ آیت ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ ان تمام آیات سے خصوصیت کی حامل ہے۔ اس میں ارشاد ہے: ''جسے آپ چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت حاصل کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔'' یعنی وہ بہتر جانتا ہے کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون سرکشی (اور گمراہی) کا حقدار؟''

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ؛

(۱) نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری (ایصال الی المطلوب) راہِ ہدایت پر گامزن کرنا نہیں، بلکہ (ارشاد الی المطلوب) صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرنا ہے۔

(۲) (ایصال الی المطلوب) راہ ہدایت پر گامزن کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا یہ قانون (جسے چاہنا ہدایت دینا اور جسے چاہنا گمراہ کرنا) بالکل انصاف پر مبنی ہے، کیوں کہ اللہ ربّ العزت انسان کی حالت و کیفیت کو خوب اچھی طرح سمجھنے والا اور عالم الغیب ہے۔ واللہ اعلم۔

خلاصۂ کلام:

- حصولِ ہدایت کے لیے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف لازمی جزو ہے، جس کے بغیر حصولِ ہدایت مشکل، بلکہ ناممکن دکھائی دیتی ہے۔
- ہدایت کی توفیق دینا اور نہ دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اختیار میں نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)



باب نمبر: ۵

تقویٰ اور قربانی

دورِ جاہلیت میں مشرکین مکہ جب اپنے بتوں کے نام سے جانور ذبح کرتے، تو اس کا گوشت ان بتوں پر ڈال دیا کرتے، اور ان پر اس کا خون چھڑکتے۔ اللہ عظیم و برتر نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کے نام سے ہدی یا قربانی کا جانور اس لیے قربان کرتے ہو کہ وہ تمہارا خالق و رازق ہے، اس کا خون اور گوشت اللہ کو قطعی نہیں پہنچتا، کیونکہ وہ تو ہر چیز سے بے پرواہ اور بے نیاز ہے، اور وہ تو تمہاری نیت، تمہارے اخلاص اور تقویٰ کو دیکھتا ہے کہ کیا تم نے اس کی رضا اور خوشنودی کی خاطر یہ کام کیا ہے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ ط ﴾ (الحج: ۳۷)

"اللہ تعالیٰ کو نہ تو ان ذبح کیے گئے جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے، اور نہ ان کا خون، لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔"

قربانی کا معنی:

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ قربانی کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

((وَالْقُرْبَانُ: مَا یُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَی اللّٰهِ مَصَارٌ فِی التَّعَارُفِ اِسْمًا لِلنَّسِیْكَةِ الَّتِیْ هِیَ الذَّبِیْحَةُ وَجَمْعُهٗ، قَرَابِیْنُ .))

"ہر وہ عمل جو حصولِ قربِ الٰہی کے لیے کیا جائے قربانی ہے۔ لیکن عرفِ عام میں کسی جانور کو ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ اس کی جمع (قرابین) ہے۔

قربانی کا مقصد:

جیسا کہ معنوی اعتبار سے بھی ظاہر ہے کہ ایسا عمل جو حصولِ قربِ الٰہی کے لیے کیا جائے وہ قربانی ہے۔ قرآن نے قربانی کے مقصد کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی

مِنكُمْ ط كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰيكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ (الحج: ۳۷)

"اللہ تعالیٰ کو ان قربانیوں کے نہ تو گوشت پہنچتے ہیں، اور نہ ہی خون، بلکہ اسے تو تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع و فرمانبردار کردیا ہے۔ تاکہ تم اس کی رہنمائی کا شکر بجا لاتے ہوئے تکبیر پڑھو، اور اے نبیؐ! نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔"

علامہ آلوسی رحمہ اللہ "امام مجاہد رحمہ اللہ" کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"مسلمانوں نے بھی مشرکین کے اس فعل کی تقلید کرتے ہوئے تعظیم کعبہ اور قربِ الٰہی کے حصول کی خاطر یہی (مشرکین والا) عمل کرنے کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔" [1] مزید لکھتے ہیں:

((﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا ﴾ اَیْ لَنْ يُّصِيْبَ رِضَا اللّٰهِ تَعَالٰى اللُّحُوْمُ الْمُتَصَدَّقُ بِهَا وَلَا الدِّمَاءُ الْمُهْرَاقَةُ بِالنَّحْرِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا لُحُوْمٌ وَدِمَاءٌ . ﴿ وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ وَلٰكِنْ يُصِيْبُهُ مَا يَصْحَبُ ذٰلِكَ مِنْ تَقْوٰى قُلُوْبِكُمُ الَّتِیْ تَدْعُوْكُمْ اِلٰى تَعْظِيْمِهٖ وَالتَّقَرُّبِ لَهٗ سُبْحَانَهٗ وَالْاِخْلَاصُ لَهٗ عَزَّوَجَلَّ .)) [2]

"(اللہ تعالیٰ کو ان کی قربانیوں کے نہ تو گوشت پہنچتے ہیں، اور نہ ہی خون) یعنی رضائے الٰہی فقط صدقہ دیئے گئے گوشت اور بہائے گئے خون سے حاصل نہیں ہوتی، کیوں کہ یہ تو گوشت اور خون ہے (لیکن اس کو تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے) یعنی اسے ان کے ساتھ شامل تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے، جو تمھیں اس کی تعظیم و تقرب اور اخلاص کی دعوت دیتے ہیں۔"

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات قربانی وغیرہ اس وقت تک درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتی، جب تک اس میں تقویٰ اور خوفِ الٰہی شامل نہ کیا جائے۔

[1] روح المعانی، ج: ۱۷، ص: ۱۵۸۔ [2] روح المعانی، ج: ۱۷، ص: ۱۵۸۔

باب نمبر: ٦

تقویٰ کے فوائد و ثمرات

گذشتہ صفحات میں ہم تقویٰ کے معنی، مفہوم اور اہمیت کے بارے میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ تمام کی تمام عبادات کا مقصود صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ کوئی بھی عبادت، تقویٰ اور اخلاصِ نیت سے خالی ہو، وہ بارگاہِ ربّ العالمین میں شرفِ قبولیت سے نہیں نوازی جاتی۔

آئندہ سطور میں ہم تقویٰ اختیار کرنے کے نتیجے میں ربّ العالمین کی طرف سے نازل ہونے والی خیر و برکات کے بارے میں بیان کریں گے۔

چونکہ تقویٰ اختیار کرنے کے نتیجے میں نازل ہونے والی برکات کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ہے، لہٰذا ہم اپنی اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(١) دنیا میں تقویٰ کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فوائد و ثمرات۔

(٢) آخرت میں حاصل ہونے والے فوائد و ثمرات۔

(١) دنیا میں تقویٰ کے فوائد و ثمرات:

پہلا فائدہ:...... معاملات میں آسانی:

تقویٰ سے حاصل ہونے والی برکات میں سے ایک عظیم برکت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت متقی شخص کے لیے معاملات میں آسانی پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ﴾ (الطّلاق : ٤)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے معاملات میں آسانی پیدا فرما دیں گے۔"

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر بایں الفاظ فرماتے ہیں:

((قَالَ عَطاءٌ: يَسْهَلُ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَمْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ .)) ❶

"عطاء نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے معاملات کو آسان فرمادیں گے۔"

بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ نیکی کے عمل کرنا اور برائی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ:...... دشمنوں کی کارستانیوں سے نجات:

اہل تقویٰ کے لیے انعاماتِ الٰہی میں سے ایک انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو متقین کے لیے دشمنوں کی گھناؤنی چالوں اور سازشوں سے بچنے کے لیے آلۂ کار بتلایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ ﴾ (آل عمران : ۱۲۰)

"اور اگر تم صبر کرو، اور تقویٰ اختیار کرو تو ان (دشمنوں) کی کوئی چال تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

((مَعْنَى الْآيَةِ: اِنَّ كُلَّ مَنْ صَبَرَ عَلٰى اَدَاءِ اَوَامِرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاتَّقٰى كُلَّ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فِيْ حِفْظِ اللّٰهِ فَلَا يَضُرُّهُ كَيْدُ الْكَافِرِيْنَ وَلَا حِيَلُ الْمُحْتَالِيْنَ .

وَتَحْقِيْقُ الْكَلَامِ فِيْ ذٰلِكَ هُوَ اَنَّهُ سُبْحَانَهُ اِنَّمَا خَلَقَ الْخَلْقَ

---

❶ تفسیر الکبیر للرازی: ۳۰/ ۳۶.

لِلْعُبُوْدِيَّةِ كَمَا قَالَ ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾ فَمَن وَفّٰى بِعَهْدِ الْعُبُوْدِيَّةِ فِي ذٰلِكَ فَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ أَكْرَامُ مِنْ أَنْ لَّا يَعْنِي بِعَهْدِ الرَّبُوْبِيَّةِ فِي حِفْظِهٖ عَنِ الْآفَاتِ وَالْمَخَافَاتِ ، وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّهٗ يُوْصِلُ إِلَيْهِ كُلَّ مَا يَسُرُّهٗ، وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَآءِ: إِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَكْبِتَ مَنْ يَّحْسُدُنَا فَاجْتَهِدْ فِيْ إِكْتِسَابِ الْفَضَائِلِ .)) [1]

''مذکورہ بالا آیت کا معنی ہے کہ ہر وہ آدمی جو احکامِ الٰہی کی ادائیگی میں صبر کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی ہر چیز سے دور رہتا ہے، وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے (جس کے نتیجے میں) کافروں کی کوئی چال اور حیلہ سازوں کا کوئی حیلہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور حقیقی بات یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے)، پس جو شخص عبادت و بندگی والے عہد کو پورا کرتا ہے، تو ربّ العالمین کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ربّ ہونے کے ناطے ایسا کرنے والے کو آفات اور خوفناکیوں سے محفوظ نہ فرمائے۔ اس فرمانِ الٰہی: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾...... ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے چھٹکارے کی کوئی راہ نکال دیتے ہیں، اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔'' میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ربّ العزت (اپنے بندے کو) ہر وہ چیز عطا فرماتے ہیں

[1] تفسیر الکبیر للرازی ۸/ ۲۰۳.

جو اس کے لیے خوش کن ہو۔ اور کسی ''دانا'' کا قول ہے کہ جب حاسد (مخالف) کو زیر کرنا ہو، تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یعنی اس کے حسد پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر انداز کر دو۔''

علامہ زمخشری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَاِنْ تَصْبِرُوْا عَلَی تَكَالِيْفِ الدِّيْنِ وَمَشَاقِهِ، وَتَتَّقُوْا اللّٰهَ فِيْ اِجْتِنَابِكُمْ مَحَارِمَهُ كُنْتُمْ فِيْ كَنَفِ اللّٰهِ فَلَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ)) [1]

''اور اگر تم دینی معاملات میں آنے والی سختیوں اور تکلیفوں پر صبر کرو گے۔ اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرو گے۔ تو تم اللہ کی حفاظت میں آ جاؤ گے، جس کے نتیجے میں تمہارے دشمنوں کی کوئی چال تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔''

مزید لکھتے ہیں:

((وَهٰذَا تَعْلِيْمٌ مِّنَ اللّٰهِ، وَاِرْشَادٌ اِلٰی اَنْ يُّسْتَعَانَ عَلٰی كَيْدِ الْعَدُوِّ بِالصَّبْرِ وَالتَّقْوٰی .)) [2]

''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس بات کی طرف تعلیم اور رہنمائی ہے کہ دشمن کی چالوں سے بچنے کے لیے صبر اور تقویٰ کے ساتھ مدد طلب کی جائے۔''

امام ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((﴿ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ﴾ الآيَةَ- يُرْشِدُهُمْ تَعَالٰی اِلَی السَّلَامَةِ مِنْ شَرِّ الْاَشْرَارِ ، وَكَيْدِ الْفُجَّارِ بِاسْتِعْمَالِ الصَّبْرِ ، وَالتَّقْوٰی ، وَالتَّوَكُّلِ عَلَی اللّٰهِ الَّذِیْ مُحِيْطٌ بِاَعْدَاءِ هِمْ

---

[1] تفسیر الکشاف ۱/ ۳٤٦.

[2] تفسیر الکشاف للزمخشری ۱/ ۳٤٦.

فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ لَهُمْ إِلَّا بِهٖ. وَهُوَ الَّذِيْ مَا شَآءَ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا يَقَعُ فِي الْوُجُوْدِ شَيْءٌ إِلَّا بِتَقْدِيْرِهٖ وَمَشِيْئَتِهٖ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ.)) [1]

" (اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو گے، تو تمھیں ان کی کوئی حیلہ سازی نقصان نہیں پہنچا سکے گی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ (صبر اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو) شریروں کے شر اور فاجروں کی حیلہ بازیوں سے، صبر، تقویٰ اور اللہ ربّ العزت پر توکل کر کے، حفاظت کے راستے بتا رہے ہیں (وہ اللہ) جو ان کے دشمنوں کا احاطہ کرنے والا ہے، جس کے بغیر ان کا کوئی حیلہ اور طاقت نہیں ہے (اور اللہ) وہ ذات ہے کہ وہ جو چاہتا ہے، ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا، نہیں ہوتا، جس کی منشاء اور مرضی کے بغیر دنیا میں واقعہ رونما نہیں ہوتا، جو اس پر توکل کرتا ہے وہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔"

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ اس آیت کے معنی کو یوں واضح فرماتے ہیں:

((﴿ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ﴾ مِنَ الضَّرَرِ لَا كَثِيْرًا وَلَا قَلِيْلًا بِبَرْكَةِ الصَّبْرِ وَالتَّقْوٰى لِكَوْنِهِمَا مِنْ مَحَاسِنِ الطَّاعَاتِ وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ، وَمَنْ تَحَلّٰى بِذَالِكَ كَانَ فِيْ كَنَفِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحِمَايَتِهٖ مِنْ اَنْ يَضُرَّهُ كَيْدُ عَدُوٍّ.))

"اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ صبر اور تقویٰ کی برکت سے وہ تمھیں نہ تو کم نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور نہ زیادہ، کیوں کہ یہ بہترین اطاعت گزاری، اور اچھے اخلاق میں سے ہے۔ اور جو اپنے آپ کو ان دونوں چیزوں (صبر و تقویٰ) سے مزین و آراستہ کر لیتا ہے، تو وہ دشمن کی چالوں سے اللہ کی حفظ و امان میں آ جاتا ہے جو

[1] تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۹۹.

اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔" ❶

قارئین کرام غور کیجیے! اللہ ربّ العزت ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کر کے اس کے نتیجے میں کس قدر قیمتی انعام کا وعدہ کر رہے ہیں، لیکن ہم ہیں کہ قرآن کو پڑھتے ہی نہیں، اگر پڑھیں بھی تو اسے سمجھ کر نہیں پڑھتے، اور اگر اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھ بھی لیں تو ہمارے دماغوں پر جدت پسندی کا بھوت سوار ہو جاتا ہے، اور اللہ ربّ العزت کے کیے ہوئے وعدوں کو ہم افسانوں سے تعبیر کرتے ہوئے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب کہ حقیقت میں ہم اللہ ربّ العالمین کی صدق بیانی کو چیلنج کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ ﴾ (النسآء: ۸۷)

"اور اللہ ربّ العزت سے زیادہ سچی بات کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ ﴾ (النسآء: ۱۲۲)

"اور اللہ ربّ العزت سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟"

ربّ العالمین سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حقیقی معنوں میں قرآنِ حکیم اور سنت مطہرہ پر ایمان لانے کی توفیق عنایت فرمائے۔

تیسرا فائدہ:......ایسی جگہ سے رزق کا ملنا جس کا انسان کو وہم و گمان بھی نہ ہو۔

اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے سے انسان کو رزق وہاں سے ملنے لگ جاتا ہے کہ جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط ﴾ (الطلاق: ۲-۳)

"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے راستہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسے

---

❶ روح المعانی ٤/ ١٤١.

ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔"

چوتھا فائدہ:......غم والم سے نجات کا ملنا:

تقویٰ اختیار کرنے کے فوائد وثمرات میں سے ایک عظیم فائدہ یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت متقین کو پہنچنے والے مصائب وآلام سے نکلنے کی کوئی راہ نکال دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ ﴾ (الطلاق : ۲)

"اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے راہ نجات نکال دیتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو آدمی کوئی بھی کام کرے یا کسی بھی کام سے اللہ سے ڈرتے ہوئے رکا رہے، اللہ تعالیٰ (تقویٰ کو) اس کے لیے دنیا، اور آخرت کے غموں سے نکلنے کا ذریعہ بنادے گا، اور فائدہ عام ہونے کی نسبت سے یہی معنی زیادہ بہتر ہے۔" [1]

یہاں پر موضوع کی مناسبت سے عین قرین قیاس ہوگا کہ ایک واقعہ سپردِ قرطاس کر دیا جائے جو عہد نبوی ﷺ میں رونما ہوا تھا۔

"سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، میرا خیال ہے کہ وہ سیّدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ آپ سے ہم کلام ہوئے، اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! فلاں قبیلے کے لوگوں نے اس رات ہم پر حملہ کیا ہے، جس میں وہ میرے بیٹے اور اونٹوں کو لے گئے ہیں، اور سیّدنا عوف رضی اللہ عنہ یہ بات بتلا کر رونے لگے۔ تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا

[1] تفسیر روح المعانی: ۲۸/ ۱۳۵.

کہ اللہ سے دعا کرو (امید ہے کہ کوئی راہ نکل آئے)۔ (چنانچہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ بتاؤ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مشورہ دیا ہے؟ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والی ساری گفتگو بیان فرمادی۔ چنانچہ وہ دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کے بیٹے کو اور ان کے اونٹوں سے زیادہ اونٹوں کو لوٹا دیا تو (وہ خوشی سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور سارا قصہ کہہ سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اور حمد وثناء کے بعد لوگوں کو اللہ سے دعا کرنے اور اس کی طرف راغب ہونے کی تلقین کی، اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾'' [1]

پانچواں فائدہ:...... برکات کا نزول:

تقویٰ اختیار کرنے کا ایک عظیم فائدہ ربّ العالمین کی جانب سے نزول برکات بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾

(الاعراف: ۹۶)

'' اور بے شک اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو ضرور ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں (کے دروازے) کھول دیتے، لیکن انھوں نے جھٹلایا، پس ہم نے ان کے (برے) اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑا۔''

---

[1] مستدرك حاكم: ۲/ ۲۳۸، رقم! ۲۰۳۷۔ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح الاسناد" ہے، سنن ابن ماجة، رقم: ۴۱۴۸۔ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند کے راوی ثقات ہیں۔ مزید دیکھیں: دلائل النبوة، للبيهقى ۶/ ۱۰۶۔ والدر المنثور، للسيوطى ۶/۲۳۳ وانظر ۲۳۲ الىٰ ۲۳۴.

اس آیت کریمہ میں ربّ العالمین تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں ہر جانب سے نزولِ برکات کا وعدہ فرما رہے ہیں۔

چھٹا فائدہ:......اصلاحِ اعمال:

تقویٰ کے فوائدِ عظیمہ میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ ربّ العزت صاحب تقویٰ انسان کے اعمال کی اصلاح فرمادیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ○ ﴾ (الاحزاب: ۷۰۔۷۱)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ، اور سیدھی بات کرو (اس کے نتیجے میں) اللہ ربّ العزت تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادیں گے، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے، اس نے حقیقت میں بڑی کامیابی کو پالیا۔''

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ اس کا تقویٰ اختیار کریں، اور اللہ کی ایسے آدمی کی مانند عبادت کریں جو (دورانِ عبادت) گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو، اور ایسی سیدھی اور درست بات کہیں، جس میں کوئی کج روی اور انحراف نہ ہو۔ اور ایسا کرنے کی صورت میں ان کو ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے، جس کے نتیجے میں وہ ان کے اعمال کی اصلاح فرمادے گا، اور مستقبل میں ہونے والے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف راغب فرمادے گا۔'' [1]

چنانچہ علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۳۷.

((وَقِيلَ إِصْلَاحُ الْأَعْمَالِ اَلتَّوْفِيقُ فِي الْمَجِيءِ بِهَا صَالِحَةً مَرْضِيَّةً .)) ❶

"اصلاحِ اعمال سے مراد یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت آئندہ صالح پسندیدہ اعمال کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔"

مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوتا ہے، تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں ربّ العالمین انسان کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔ اور جس خوش قسمت کو اللہ ربّ العالمین کی طرف سے اعمالِ صالحہ کی توفیق مل جائے، اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہوسکتا ہے؟

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال قبول کرتا ہے۔ گویا تقویٰ اختیار کرنے کا فائدہ یہ بھی ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمالِ صالحہ کو شرفِ قبولیت بخش دیتے ہیں۔

ساتواں فائدہ:......حق و باطل میں تمیز:

تقویٰ اختیار کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ ربّ العزت انسان کو حق اور باطل میں فرق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ ﴾ (الأنفال: ۲۹)

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو اللہ ربّ العزت تمھیں فیصلہ کرنے کی بصیرت عطا فرمائے گا، اور تمہاری خطاؤں کو مٹا کر تمھیں معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بہت فضل والا ہے۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

((فَإِنَّ مَنِ اتَّقَى اللَّهَ بِفِعْلِ أَوَامِرِهِ وَتَرْكِ زَوَاجِرِهِ وُفِّقَ لِمَعْرِفَةِ

❶ روح المعانی: ۹۵/۲۲.

الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ .)) [1]

" جو شخص اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے احکام کو بجا لائے گا، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کر دے گا۔ اس کو اللہ رب العزت حق و باطل کے پہچاننے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔"

امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

((قَوْلُهُ ﴿ وَيَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا ﴾ وَالْمَعْنٰى اَنَّهُ تَعَالٰى يُفَرِّقُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْكُفَّارِ ، وَلَمَّا كَانَ اللَّفْظُ مُطْلَقًا وَجَبَ حَمْلُهُ عَلٰى جَمِيعِ الْفُرُوْقِ الْحَاصِلَةِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْكُفَّارِ ، فَنَقُوْلُ: هٰذَا الْفُرْقَانُ إِمَّا اَنْ يُعْتَبَرَ فِيْ اَحْوَالِ الدُّنْيَا وَفِيْ اَحْوَالِ الْآخِرَةِ ، إِمَّا فِيْ اَحْوَالِ الدُّنْيَا فَإِمَّا اَنْ يُعْتَبَرَ فِيْ اَحْوَالِ الْقُلُوْبِ وَهِيَ الْاَحْوَالُ الْبَاطِنِيَّةُ اَوْ فِيْ الْاَحْوَالِ الظَّاهِرَةِ ، إِمَّا فِيْ اَحْوَالِ الْقُلُوْبِ فَأُمُوْرٌ .

اَحَدُهَا: اَنَّهُ تَعَالٰى يَخُصُّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْهِدَايَةِ وَالْمَعْرِفَةِ .

وَثَانِيهَا: اَنَّهُ يَخُصُّ قُلُوْبَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ بِالْاِنْشِرَاحِ كَمَا قَالَ:

﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾

وَثَالِثُهَا: اَنَّهُ يُزِيْلُ الْغِلَّ وَالْحِقْدَ وَالْحَسَدَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ، وَيُزِيْلُ الْمَكْرَ وَالْخِدَاعَ عَنْ صُدُوْرِهِمْ ، مَعَ اَنَّ الْمُنَافِقَ وَالْكَافِرَ يَكُوْنُ قَلْبُهُ مَمْلُوْءً مِنْ هٰذِهِ الْاَحْوَالِ الْخَسِيْسَةِ الْخُلُوْقِ الذَّمِيْمَةِ .

وَالسَّبَبُ فِيْ حُصُوْلِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ اَنَّ الْقَلْبَ إِذَا صَارَ مُشْرِقًا

[1] المصباح المنیر فی تہذیب تفسیر ابن کثیرؒ، ص: ۵۳۵، دار السلام، الریاض.

بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی زَالَتْ عَنْهُ كُلُّ هٰذِهِ الظُّلُمَاتِ لِاَنَّ مَعْرِفَةَ اللّٰهِ نُوْرٌ، وَهٰذِهِ الْاَخْلَاقُ ظُلُمَاتٌ وَاِذَا ظَهَرَ النُّوْرُ فَلَا بُدَّ مِنْ زَوَالِ الظُّلْمَةِ .

وَاَمَّا فِي الْاَحْوَالِ الظَّاهِرَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَخُصُّ الْمُسْلِمِيْنَ بِالْعُلُوِّ وَالْفَتْحِ وَالنَّصْرِ وَالظُّفْرِ ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ وكَمَا قَالَ: ﴿ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ وَاَمْرُ الْفَاسِقِ وَالْكَافِرِ بِالْعَكْسِ مِنْ ذٰلِكَ .)) [1]

"﴿ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور کفار کے درمیان فرق واضح فرمادے گا۔

مطلق لفظ ہونے کی بناء پر اسے مومنین و کفار کے درمیان ہر قسم کے فرق پر محمول کرنا واجب ہے۔ لہٰذا یہ فرق یا تو دنیاوی احوال کے اعتبار سے ہوگا یا اُخروی احوال کے اعتبار سے۔

دنیاوی اعتبار سے پھر احوال قلوب (دلوں) کے باطنی (حالات) کے اعتبار سے ہوگا، یا ظاہر احوال کے اعتبار سے۔

(۱) احوال قلوب (دلوں کے باطنی حالات) کے اعتبار سے یہ فرق کئی طرح سے ہوسکتا ہے۔

(۲) دلوں اور سینوں کو کشادہ کرنے میں مومنین کی تخصیص جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾

"کیا پس جس شخص کے سینے کو اللہ ربّ العزت نے اسلام کے لیے کشادہ فرمادیا ہے، پس وہ اپنے رب کے نور پر ہے۔"

(۳) اللہ ربّ العزت ان کے سینوں سے دھوکہ اور حسد و بغض کو نکال دیتے ہیں، اور مکر و

[1] تفسیر کبیر للرازی ۱۵/۱۵۳، ۱۵٤.

فریب کو ان کے سینوں سے زائل فرمادیتے ہیں۔
جب کہ منافق و کافر کا دل ان تمام بری چیزوں سے بھرا ہوتا اور مذموم عادات سے اٹا ہوا ہوتا ہے۔
اور ان تمام چیزوں کے حصول کا سبب یہ ہے کہ جب دل اطاعت الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے، تو اس کے نتیجے میں یہ سارے کے سارے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، کیوں کہ ربّ العالمین کو پہچان لینا نور ہے۔ جب کہ یہ مذموم عادات اندھیرے ہیں۔ اور نور کے ظاہر ہونے کی صورت میں اندھیروں کا چھٹ جانا لازمی چیز ہے۔
اور ظاہری اعتبار سے فرق یہ ہے کہ رب العالمین نے کامیابی، نصرت، غلبہ اور فتح کو مومنین کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِلّٰـهِ الْعِـزَّةُ وَلِرَسُوْلِـهٖ ﴾ ...... ''غلبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے۔''
ایسے ہی ارشاد ہے: ﴿ لِيُظْهِـرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ ...... ''تا کہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب فرمادے۔'' جب کہ کافر و فاسق کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔''

امام رازی رحمہ اللہ کی مفصل کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں ربّ العالمین مومنین کو ہر اعتبار سے کفار اور اہل باطل سے ممیز اور ممتاز فرمادیتے ہیں، اور مومنین کے اندر کفار اور اہل باطل سے ہر ممکنہ فرق واضح نظر آئے گا۔
ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
''اہل ایمان کو بشارت دی گئی ہے کہ اگر وہ مال اور اولاد کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب نہیں کریں گے، اور اپنی زندگی میں اللہ کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کریں گے، تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت و عزت بٹھا

دے گا، اور کوئی شخص ان کے اہل و عیال، مال و دولت اور عزت و ناموس پر دست درازی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ بعض مفسرین نے ''فرقان'' کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی نیک شہرت کو چہار دانگ عالم میں عام کردے گا۔ اس کا معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں حق و باطل کی تمیز دے گا، اور شبہات سے دور رکھے گا۔ سدی نے اس کا معنی ''نجات'' بتایا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور دنیا کی مصیبتوں سے نجات دے گا۔

جیسا کہ اللہ نے سورۂ طلاق آیت (۲) میں فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ ﴾ (الطلاق : ۲)

''جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے راستے نکالے گا۔''

آٹھواں فائدہ:...... گناہوں کے معاف ہونے کی بشارت اور خطاؤں کی پردہ پوشی:

دنیا میں اہل تقویٰ پر رب العالمین کی جانب سے نازل ہونے والے انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے کہ رب العالمین نے تقویٰ اختیار کرنے کے نتیجے میں گناہوں کی بخشش اور معافی کا اعلان فرمادیا ہے، اور اس کے ساتھ ان گناہوں کی پردہ پوشی کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ جن کا وہ مرتکب ہوا تھا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾ (الأنفال : ۲۹)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈر جاؤ گے تو اللہ رب العزت تمھیں فیصلے کی قوت عطا فرمائے گا، اور تمہاری خطاؤں کو مٹا کر تمھیں معاف فرمادے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت فضل والا ہے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے اس حصے ﴿ وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ کا مفہوم ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں:

((﴿ وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ اَیْ يَسْتُرُهَا حَتّٰى تَكُوْنَ غَيْرَ ظَاهِرَةٍ ﴿ وَيَغْفِرْلَكُمْ ﴾ مَـا اقْتَـرَفْتُمْ مِنَ الذُّنُوْبِ ، وَقَدْ قِيْلَ: اِنَّ الْمُرَادَ بِـالسَّيِّـئَـاتِ: اَلصَّغَائِرُ وَبِاالذُّنُوْبِ الَّتِیْ تُغْفَرُ، اَلْكَبَائِرُ، وَقِيْلَ: اَلْمَعْنٰى اَنَّهُ يَغْفِرُ لَهُمْ مَا تَقَدَّمَ مِنَ الذُّنُوْبِ وَمَا تَأَخَّرَ .)) [1]

"(اور تمہاری خطاؤں کو مٹا دے گا) یعنی ان کی پردہ پوشی فرمادے گا، یہاں تک کہ وہ (کسی پر) ظاہر نہیں ہوسکیں گے۔ (اور تمھیں بخش دے گا۔) یعنی جو بھی تم نے گناہ کیے ہیں (سب کے سب معاف فرمادے گا) ایک قول ہے کہ سیئات سے مراد صغیرہ گناہ، اور وہ گناہ جن کے بخشے جانے کا تذکرہ ہے، وہ کبیرہ گناہ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ ربّ العزت ان کے گزشتہ اور آئندہ تمام کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔"

علامہ خازن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

((﴿ وَيُـكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ يَـعْنِیْ وَيَمِحُّ عَنْكُمْ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ ﴿ وَيَغْفِرْلَكُمْ ﴾ يَـعْنِیْ وَيَسْتُرُ عَلَيْكُمْ بِاَنْ لَّا يَفْضَحَكُمْ فِی الدُّنْيَا وَلَا فِی الآخِرَةِ .))

"﴿ وَيُـكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ کے معنی ہیں تمہارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ اور ﴿ وَيَغْفِرْلَكُمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے گناہوں کی اس طرح پردہ پوشی فرمائے گا کہ دنیا وآخرت میں تمھیں رسوائی سے محفوظ فرمالے گا۔"

قارئین کرام غور کیجیے! تقویٰ اختیار کرنے سے دنیا میں کس قدر انعاماتِ الٰہیہ کی بارش برستی ہے، رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، مصائب وآلام آنے کے باوجود دل اطمینان کی دولت سے مال مال ہوتا ہے، مصائب اور تکالیف سے نجات ملتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ

---

[1] فتح القدير ، للشوكانی ۲ / ۲۸۸.

ربّ العالمین، مالک یوم الدین، رحیم بالمؤمنین کی رضا اور خوشنودی کے بادل ہمہ وقت متقین کے سر پر سایہ فگن رہتے ہیں۔ اور پھر اس خوش نصیب کی خوش بختی کا اندازہ لگایئے، جس کے گناہوں کی معافی کا اعلان دنیا میں ہی فرما دیا جائے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ.

نواں فائدہ:...... دنیا میں افضل ترین انسان ہونے کی گارنٹی:

انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے آپ کو معزز سے معزز تر بنانے کی کوشش کرتا ہے، افضل سے افضل تر بننے کی جدوجہد میں مگن رہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایسے کام کرتا ہے، جن کے کرنے سے لوگوں میں اس کا مقام و مرتبہ دوبالا ہو سکے۔ ہر ممکن ایسے فعل سے گریز کرتا ہے، جس سے لوگوں کے درمیان اس کے مقام و مرتبہ پر برے اثرات مرتب ہوں۔

اللہ ربّ العزت متقین کو دنیا کا معزز ترین انسان قرار دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾

(الحجرات: ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمھیں مرد و عورت سے پیدا کیا، اور ایک دوسرے کے تعارف کے لیے تمھیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ آدمی ہے، جو سب سے زیادہ (اللہ سے) ڈرنے والا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے، خوب خبر رکھنے والا ہے۔''

اور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے ''حجۃ الوداع'' کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

((يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ اَلَا اِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا اَحْمَرَ

عَلٰی أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی .)) ❶

"اے لوگو! تمہارا رب ایک (اللہ) ہے، اور تم سب کا باپ بھی ایک (سیّدنا آدم علیہ السلام) ہے۔ خبردار! تم میں سے کسی عربی کو عجمی پر، اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی سیاہ کو سرخ پر اور سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت حاصل ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ۔"

دسواں فائدہ:......اولاد کی حفاظت:

تقویٰ کے فوائد وثمرات میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ربّ العالمین اس کی برکت سے انسان کی اولاد کی حفاظت بھی فرماتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوْا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ ﴾ (النسآء: ۹)

"ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور اولاد (ننھے منھے بچے) چھوڑ جائیں، جن کے ضائع ہونے کا انھیں خطرہ ہو، تو ان لوگوں کو چاہیے کہ اللہ سے ڈر جائیں اور سیدھی سیدھی بات کیا کریں۔"

اس آیت کریمہ پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ والدین کے دلوں میں خوفِ الٰہی نہ ہونے کی صورت میں ان کی اولاد کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آباء واجداد کا تقویٰ نسلوں کی حفاظت کرتا ہے۔

جیسا کہ "سورۃ الکہف" کی یہ آیت کریمہ اس کی مزید وضاحت کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا

❶ مسند أحمد: ٥/ ٤١١، رقم: ٢٣٤٨٩. شیخ شعیب نے اسے "صحیح الاسناد" کہا ہے۔

وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۚ ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝﴾ (الکھف : ۸۲)

''اور دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس میں شہر کے دو یتیم بچے ہیں، جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا، تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں۔ میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا یہ تھی اصل حقیقت ان واقعات کی، جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔''

محترم قارئین کرام! یہاں تک آپ دنیا میں حاصل ہونے والے، تقویٰ کے دس فوائد پڑھ چکے ہیں۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

اب ہم آخرت میں تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہونے والے ثمرات اور فوائد کو قرآن وسنت سے ذکر کرتے ہیں۔

(۲) آخرت میں حاصل ہونے والے تقویٰ کے فوائد وثمرات:

پہلا فائدہ:......اچھا انجام:

قرآنِ حکیم میں بار بار اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ بہترین انجام کار صرف متقین کے لیے ہے۔ ان میں سے چند ایک آیاتِ کریمہ پیشِ خدمت ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾ (القصص : ۸۳)

''یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مقرر کر دیتے ہیں، جو زمین میں نہ تو بڑائی کی چاہت رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کرتے ہیں۔ اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔''

جب فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کرلیا، اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کی خبر ملی تو انھوں نے اپنی قوم کو رجوع الی اللہ، اس سے مدد مانگنے، اور اس پر بھروسہ کرنے اور صبر کرنے کی نصیحت فرمائی، کیونکہ ہر حال میں مومن اور متقی کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کامل اور مکمل یقین کے ساتھ کہ جس کا مددگار ربّ العالمین ہوتا ہے، اس کا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔

اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بشارت بھی دی کہ بالآخر غلبہ تمھیں ہی حاصل ہوگا، اور آخرت کی کامیابی متقین کے لیے ہے۔ چنانچہ اللہ ربّ العالمین سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ (الأعراف: ۱۲۸)

''سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا، اللہ سے مدد مانگو، اور صبر کرو۔ بے شک یہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اس کا وارث بنا دیتا ہے، اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔''

ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾

''انجام کار متقیوں کے لیے ہے''

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے لیے تائید الٰہی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں انجام کار قابل تعریف ہوتا ہے۔ [1]

اس بارے میں ذیل میں چند مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

(۱) علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

---

[1] تقویٰ، از ڈاکٹر فضل الٰہی، ص: ۱۰۸.

اور سورۃ ''النازعات'' میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ۝ ﴾ (النازعات: ۳۸،۳۹)

''اور جو اپنے رب کے مقام سے ڈرا، اور اپنے نفس کو خواہش کی اتباع سے روکا تو بے شک جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔''

جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے، روزِ حساب، اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اس لیے فرائض کی پابندی کرتا ہے، اور گناہوں سے بچتا ہے، اسے اس کا رب دو جنتیں عطا فرمائے گا، ایک ترکِ معاصی کے بدلے، اور دوسری عمل صالح کے عوض کہا جاتا ہے کہ ایک کا نام ''جنت عدن'' ہے، اور دوسری ''جنت نعیم'' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ ۝ ﴾ (الرحمن: ٤٦)

''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو کر حساب دینے سے ڈرتا ہے، اس کے لیے دو باغ ہیں۔''

آخرت میں تقویٰ کی وجہ سے ملنے والے انعامات الٰہیہ کی فہرست ویسے تو بہت طویل ہے، لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف ان پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔



باب نمبر: ۷

اسبابِ تقویٰ

محترم ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''تقویٰ'' میں (پندرہ) اسباب نقل کیے ہیں جن میں سے ہم چند ایک کا خلاصہ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

(۱) فرضیت تقویٰ کو پیش نظر رکھنا:

جس طرح رب العالمین نے قرآنِ حکیم میں متعدد آیاتِ کریمہ میں اپنے بندوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایسے ہی نبی کریم ﷺ نے بھی کئی احادیث میں تقویٰ کی فرضیت بیان فرمائی ہے۔ اس بات کو سمجھنا اور یاد رکھنا ایمان دار شخص کو متقی بنانے میں انتہائی اہم کردار ادا کرے گا، کیوں کہ بندۂ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ رب العالمین نے اہل ایمان کے بارے میں خود فرمایا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (الأحزاب: ٣٦)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کسی بات کا فیصلہ کرنے کے بعد کسی ایماندار مرد اور ایمان والی عورت کے لیے کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

(۲) فوائد تقویٰ کو پیش نظر رکھنا:

انسان کی فطرت ہے کہ جس طرح وہ، مفید چیز کو پسند کرتا ہے اور اس کے حصول کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اسی طرح تکلیف دہ چیز کو ناپسند کرتا، اور اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتا

ہے،تقویٰ کے دنیااور آخرت میں حاصل ہونے والے کتنے ہی فوائد وثمرات ہیں۔

اگر تقویٰ کے یہ سب فوائد وثمرات انسان کی نگاہوں کے سامنے رہیں تو وہ کیوں کر تقویٰ سے منہ موڑ کر کسی اور چیز کی طرف متوجہ ہوگا؟

تو جو شخص تقویٰ کے فوائد وثمرات کو جاننا، سمجھنا اور یاد رکھنا چاہے وہ کثرت اور توجہ سے قرآن وسنت کا مطالعہ جاری رکھے، کیونکہ ان دونوں میں اس بارے میں بہت مواد موجود ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ اور تقدیر پر ایمان رکھنا:

انسان کو متقی بنانے والی باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ اور تقدیر پر ایمان لائے۔ سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اسی بات کی بوقت موت اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی۔ امام ترمذی نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"میری ملاقات صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ولید سے ہوئی، تو میں نے ان سے پوچھا:

"آپ کے والد کی موت کے وقت کیا وصیت تھی؟"

انہوں نے جواب دیا:

"میرے والد گرامی نے مجھے بلایا اور فرمایا:

((يَا بُنَيَّ! اتَّقِ اللّٰهَ وَاعْلَمْ أَنَّكَ لَنْ تَتَّقِيَ اللّٰهَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ كُلِّهِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ .)) [1]

"اے میرے چھوٹے بیٹے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے بغیر اور تقدیر پر خواہ وہ اچھی ہو یا بری متقی نہیں بن سکتے۔"

---

[1] بحوالہ ترمذی۔ (دیکھئے: تقویٰ، صفحہ ۱۲۴)

(۴) راہِ ہدایت پر آنا:

اللہ عزوجل کی اپنے بندوں پر یہ عنایت ہے کہ جو کوئی راہِ ہدایت پر آئے، وہ اس کو مزید ہدایت عطا فرماتے ہیں، اور نعمت تقویٰ سے نوازتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ﴾ (محمد: ١٧)

"اور جو لوگ راہِ ہدایت پر آئے، اللہ تعالیٰ انہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں ان کے تقویٰ کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔"

علامہ شوکانی اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى ﴾ یعنی جو لوگ راہِ خیر کی ہدایت پا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ان کے احکامات بجا لاتے ہیں، تو وہ انہیں مزید ہدایت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

﴿ وَاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ﴾ اور انہیں تقویٰ سے نوازتا ہے اور اس کو اختیار کرنے میں ان کی اعانت فرماتا ہے۔

(۵) مشکوک چیزوں کو ترک کرنا:

تقویٰ تک پہنچانے والے اُمور میں سے ایک یہ ہے، کہ بندہ شک وشبہ والی چیز سے دور ہو جائے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوَى حَتَّى يَدَعَ مَاحَاكَ فِي الصَّدْرِ)) [1]

"بندہ تقویٰ کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچتا، یہاں تک کہ وہ سینے میں کھٹکنے والی چیز کو نہ چھوڑ دے۔"

(٦) روزے رکھنا:

روزوں کی عظیم ترین برکات میں سے ایک یہ ہے، کہ وہ روزہ داروں کو متقی بنانے کا

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ: "بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ"، ص: ٤، طبع دار السلام.

سبب بنتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ١٨٣)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔"

شیخ سعدی اپنی تفسیر میں: ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ "تا کہ تم متقی بن جاؤ۔" کے بارے میں فرماتے ہیں: کیونکہ روزے تقویٰ کے بڑے اسباب میں سے ہیں، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالانا اوران کی منہیات کوترک کرنا ہے۔ [1]

(٧) عدل وانصاف کرنا:

رب العالمین نے عدل کوبھی باعث تقویٰ قرار دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (المائده: ٨)

"عدل کیا کرو، وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، بے شک اللہ اس سے جوتم کرتے ہو پوری طرح باخبر ہے۔"

شیخ سعدی اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

"تم جس قدر عدل کرنے کی حرص کرو گے، اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو گے، تمہارے دل تقویٰ کے اسی قدر زیادہ قریب ہوں گے، عدل کے مکمل ہونے پر تقویٰ بھی کامل ہوجائے گا۔"

(٨) عبادت کرنا:

اللہ عزوجل نے اپنی عبادت کوتقویٰ کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] تفسیر السعدی ٧٥.

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ۲۱)

''اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تمہارے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

شیخ سعدی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾: میں اس بات کا احتمال ہے، کہ معنی یہ ہو: ''بلاشبہ تم جب صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، تو اس کی وجہ سے ان کی ناراضی اور عذاب سے بچ جاؤ گے، کیونکہ تم نے اس سے بچاؤ کا سبب اختیار کیا ہے۔''
اور اس معنی کا احتمال بھی موجود ہے، کہ: ''جب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، تو تم تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ ہو کر متقیوں میں شامل ہو جاؤ گے۔''
بہر حال دونوں معانی درست ہیں، اور وہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں، کیونکہ صحیح معنوں میں عبادت کرنے والا متقیوں میں سے ہو جاتا ہے، اور جو کوئی متقیوں میں سے ہو گیا، اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضی سے نجات میسر آ جاتی ہے۔'' [1]

(۹) اہل تقویٰ کی سیرتوں کو پیش نظر رکھنا:

عام طور پر عمل کا اثر بات سے زیادہ ہوتا ہے۔ تو جو شخص اہل تقویٰ کے مقدس گروہ میں شامل ہونا چاہے، وہ اہل تقویٰ کی مبارک سیرتوں کا مسلسل مطالعہ اور تذکرہ کرتا رہے، اور انہیں اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے اور ساری کائنات کے متقیوں کے امام ہمارے نبی کریم ﷺ، پھر دیگر انبیاء علیہم السلام، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی سیرتوں کو پیش نظر رکھے۔ رحمت الٰہی سے اُمید واثق ہے، کہ اس عمل سے انسان کے دل میں راہ تقویٰ پر آنے کے

---

[1] تفسیر السعدی: ۲۸.

لیے جذبہ صادقہ موجزن ہوگا، اوراس بارے میں ذوق وشوق میں اضافہ ہوگا۔

(۱۰) سبیل اللہ کی اتباع اور دیگر راہوں کو ترک کرنا:

رب العالمین کے اٹل اور قطعی ضابطوں میں سے ایک یہ ہے، کہ جو شخص اس کی راہ کی اتباع کرے اور دیگر راہوں کو چھوڑ دے، وہ اس کو متقی لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت سے بہرہ ور فرمادے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

''اور بلاشبہ یہ میری سیدھی راہ ہے، سو اس پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو، وہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

''سبیل اللہ'' کی اتباع میں اطاعتِ رسول اور اتباعِ رسول ﷺ بھی آ جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء: ۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی، پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اس لیے قرار دیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ وحی الٰہی کے بغیر تکلم نہیں فرمایا کرتے تھے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ ﴾ (النجم: ۳۔۴)

''اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں۔ وہ تو وحی ہوتی ہے جو اُن پر اتاری جاتی ہے۔''

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.





علم اور تقویٰ

انصار السنّہ پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور

فون: 042-7357587